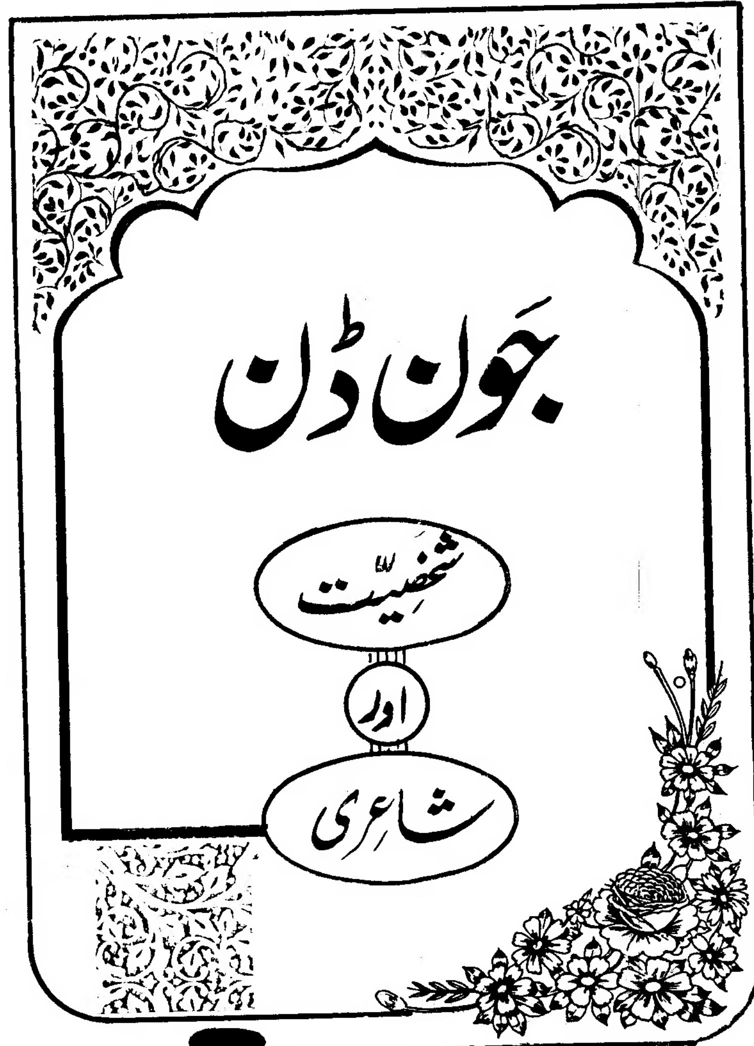


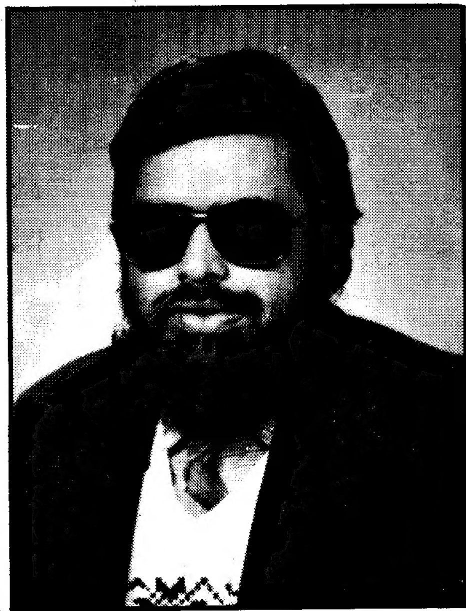
جون ڈن

شخصیت اور شاعری

پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال



پروفیسر شیخ محمد اقبال



شیخ محمد اقبال
ایسوسی ایٹ پروفیسر
(شعبہ انگریزی)
گورنمنٹ کالج سرگودھا

جون ڈن

شخصیت اور شاعری

مصنّف

پروفیسر شیخ محمد اقبال

ایم اے انگلش، ایم اے اردو، ایم فل
ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ انگریزی
گورنمنٹ کالج سرگودھا

اشاعتِ اوّل ـــــــــــــــ ۱۹۹۳ء
تعداد ـــــــــــــــ ۱،۰۰۰
طابع ـــــــــــــــ ریگستان پریس سرگودھا
قیمت ـــــــــــــــ ۳۰ روپے
خطاطی ـــــــــــــــ شاہد محمود
کمپوزنگ ـــــــــــــــ سرگودھا کمپیوٹر سنٹر سرگودھا
ملنے کا پتہ ـــــــــــــــ ظفر بک ڈپو اردو بازار سرگودھا

۱۳۱۔ رحمت پارک کالج روڈ سرگودھا

شائع شُدہ کُتب

۱۔ ساحل تشنہ لب (شعری مجموعہ)
۲۔ سوالیہ نشان (شعری مجموعہ)

زیرِ طباعت کُتب

۱۔ اِک ہمسفر اچھا لگا (شعری مجموعہ)
۲۔ ذوقِ تماشا
۳۔ رُومانی انگریزی شعراء کے علامہ اقبالؒ پر اثرات

اِنتسابؒ

اَپنی

”این مور“

کے نام

حرفِ آغاز

کرۂ ارض پر بسنے والے تمام مرد و زن کئی حوالوں سے ایک سی ہیں۔ اُن کے جذبات و احساسات، افکار و میلانات، محبتیں اور نفرتیں، ضرورتیں اور محرومیاں کم و بیش مشترک ہیں اور مشترک رہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ خواہ کوئی مغرب میں رہنے والا ہو یا مشرق میں وہ بنیادی طور پر جذبوں اور احساسات کے ایک ہی محور کے گرد گھومتا دکھائی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ادبیاتِ عالم میں وہ جذبات اور احساسات پیش کیے گئے ہیں جن کا تعلق ہر محسوس کرنے والے دل اور سوچنے والے ذہن سے ہوتا ہے اور یہی ناقابل تردید حقیقت، ادبیات کو آفاقیت اور ہمہ گیری عطا کرتی ہے۔ فاصلے سمٹ جاتے ہیں اور اقوام و ملل ایک ہو جاتی ہیں اگر زبان کی ظاہری رکاوٹیں حائل نہ ہوں تو ہومر، شیکسپیئر، مولیئر، دانتے، ٹالسٹائی، مولانا روم، امرءُالقیس، حافظ، سعدی، اقبال اور غالب پورے عالم کا مشترک ورثہ ہیں یہی وجہ ہے کہ ادب کا طالب علم ہر بڑے شاعر اور ادیب کو اپنے قلب و رُوح کا ترجمان سمجھتا ہے اور ہر بڑا شاعر و ادیب آفاقی اقدار کا علمبردار ہوتا ہے۔

چنانچہ اس امر کی کہیں زیادہ ضرورت ہے کہ مغربی نقاد مغربی قارئین پر اور مشرقی نقاد مشرقی قارئین پر ایک دوسرے کے ادبا اور شعراء کی تفہیم کے دَر وا کریں چنانچہ ایک تو یہی جذبہ ہے جس نے مجھے عرصۂ دراز سے یہ سوچنے پر مجبور کیے رکھا کہ اس کا کسی نہ

کسی صورت میں آغاز کیا جائے لیکن کام چونکہ خاصا دشوار ہے اس لیئے شعوری یا لاشعوری طور پر اس میں تاخیر ہوتی رہی۔ بہرحال سولہویں صدی کے ممتاز شاعر جون ڈن کی شخصیت اور شاعری کو اردو قارئین سے متعارف کروانے کی حقیر کاوش سے آغاز کر رہا ہوں اگر قارئین کو یہ میری حقیر کاوش پسند خاطر ہوئی تو دیگر انگریزی شعراء کو متعارف کروانے کی کوشش جاری رکھوں گا۔

ڈن پہلو دار شخصیت کا حامل شاعر ہے چنانچہ اس کا مطالعہ خاصی دلچسپی کا باعث رہا ہے۔ اردو کے قارئین اس کے مطالعے سے یقیناً محظوظ ہوں گے اور ان کے قلب و ذہن پر جذب و ادراک کے نئے در وا ہوں گے۔

میں گزشتہ پچیس سال سے اس شاعر کو پڑھتا اور پڑھاتا رہا ہوں اور میرے طلباء اور طالبات کے لیئے یہ بظاہر مشکل پسند شاعر کبھی کسی طرح کی پریشانی کا باعث نہیں بنا کیونکہ ڈن جدید حسیت کا شاعر ہے۔ اپنے اچھوتے اسلوب بیان کے باوجود بنیادی انسانی جذبوں کو اس انداز سے پیش کرتا ہے کہ وہ ہمیں اپنے ہی جذبات محسوس ہوتے ہیں۔

اس قدآور اور ممتاز شاعر کا اردو میں تعارف کوئی آسان کام نہ تھا کیونکہ اس طرح کی کاوشیں بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے اردو کے قارئین کو مغربی ناقدین کی آراء سے تو متعارف کروایا ہے مگر مغربی شعراء اور ادباء پر اس طرح کی کوئی کاوش تاحال میری نظر سے نہیں گزری چند ایک مضامین تو کبھی کبھی نظر سے گزرے ہیں لیکن اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ کوئی ادارہ مغربی شعراء اور ادباء کو اردو کے قارئین سے متعارف کرانے کا یہ مشکل کام سرانجام دے۔ سرگودھا جیسے شہر میں وسائل کی کمی کے باعث اس طرح کی کوئی بھی کاوش یقیناً بڑی مشکلات

کا شکار ہو سکتی ہے۔ تاہم کسی بھی کوشش کا آغاز بذاتِ خود برا نہیں۔

اِس کتاب کی طباعت و اشاعت کے مختلف مراحل میں میرے کئی ایک طلباء اور احباب نے مجھ سے بھرپور تعاون کیا جن میں سیّد نسیم الغنی، شاہد اسلام دانش۔ محمد اسحٰق گُنڈ شامل ہیں۔ علاوہ ازیں میرے اپنے بچوں کشور اقبال، کوکب اقبال اور تابش اقبال نے بھی کئی مراحل پر مجھ سے تعاون کیا۔

پروفیسر شیخ محمد اقبال

۱۶؍ جون ۱۹۹۳ء

فہرست

باب اوّل

شخصیّت

جون ڈن کی شاعری کا مطالعہ بعض قارئین کو حیرتوں میں ڈال دیتا ہے اور بعض پر ایک ناگوار تاثر مرتب کرتا ہے لیکن ہر دو طریق سے اپنی انفرادیت کا لوہا منواتا ہے اسے پہلی بار پڑھیئے تو وہ کچھ سمجھ میں آتا ہے، کچھ نہیں۔ دوسری بار پڑھیئے تو ڈن کی شاعری کی عظمتیں واضح ہونے لگتی ہیں اور اگر تیسری بار پڑھیئے تو پھر جی چاہتا ہے کہ پڑھتے ہی چلے جایئے۔ بقول بن جانسن (Ben Jonson) وہ بعض پہلوؤں میں دنیا کا پہلا شاعر ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر اسے درست سیاق و سباق میں پڑھا جائے تو وہ یقیناً نئے جذبہ و فکر کا پتہ دیتا ہے ڈن سولھویں اور سترھویں صدی کا شاعر تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ہر دور کا شاعر ہے اس نے مروجہ اسالیب پر ضرب کاری لگائی۔ احسن فاروقی لکھتے ہیں کہ بن جانسن (Ben Jonson) نے شاعری کو اصولوں کا پابند بنایا لیکن ڈن نے سب اصول توڑ دیئے اس نے عروضی اصولوں کی خلاف ورزی کی، انگریزی ہیرائک میٹر(Heroic Metre) برباد کرکے رکھ دیا اور ان کے تمام اصول توڑ دیئے۔ اس نے جو سونٹس (Sonnets)اور مرثیے لکھے ان میں عروض سے انحراف کیا۔

جوش و جذبات' احساسات اور خیالات کو ذکاوت (Wit) کے پیمانوں میں پیش کیا۔ بعض جگہ مبالغے سے کام لیا اور زمین و آسمان کی قلابیں ملا دیں' پستی و بلندی کو ہمکنار کیا۔ کہیں کہیں اس کی نظمیں چیستان بن کر رہ جاتی ہیں اس نے موسیقی کو معنی کے طابع کردیا یونانی اور رومی دیو مالا کو اقلیم شاعری سے نکال پھینکا' خیالی محبوب کو لباس حقیقی سے آراستہ و پیراستہ کیا' جوش اور ہوش کا ایک دل آویز پیرایہ اظہار اختیار کیا' شاعری میں ڈرامائی عنصر کا اضافہ کیا' گفتگو کی زبان کو رواج دیا' اچھوتی تشبیہات و استعارات اور مماثلات(Comparisons) کے ذریعے اپنے جذبہ و فکر کا اظہار کیا' عشقیہ شاعری کو نئے زمین و آسمان عطا کئے۔ مذہبی شاعری کو بھی جذبہ خلوص و صداقت سے مالا مال کردیا۔

ڈن اپنے دور کے لئے ایک اجنبی آواز تھا اس لئے اس کی پذیرائی نہ ہوئی ۔ وہ زمانہ در اصل سپنسر(Spenser) کا زمانہ تھا بعد میں بھی اس کی شہرت کم ہوتی چلی گئی جانسن (Johnson)نے ڈن اور اس کے ہم خیال شعراء کو اپنے مخصوص انداز میں رد کردیا۔ جانسن(Johnson) کے نزدیک وہ جذبے پر اپج (Ingenuity) کو ترجیح دیتے ہیں اور ان کی محبت گرویدگی سے خالی ہے۔ ڈرائڈن (Dryden) اس سے قبل ڈن کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھ چکا تھا انیسویں صدی میں ماحول میں کچھ تبدیلی آئی اور ڈن نئے سرے سے دریافت ہونے لگا۔ کالرج (Coleridge) نے کہا کہ اگر آپ دنیا کو بلند ترین شکل میں یہ سکھانا چاہتے ہیں کہ شاعری کس طرح پڑھنی چاہئے تو اس کی ابتداء ڈن سے کرنا پڑے گی۔ براؤننگ (Browning) اور ہاپکنز (Hopkins) بھی اس سے بہت متاثر ہوئے روسیٹی (Rousitti) اور سون برن (Swinburne)

ڈن کو اس کی عشقیہ شاعری کی بنا پر قدر کی نظر سے دیکھنے لگے۔ ڈبلیو بی ییٹس (W.B.Yeats) نے بھی بھرپور تعریف کی۔ ۱۹۱۲ء انگریزی شاعری کی تاریخ میں اس لحاظ سے بڑا اہم ہے کہ اس برس آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے جون ڈن کی نظموں کی دو جلدیں شائع کیں جنہیں پروفیسر گریئرسن (Grierson) نے مرتب کیا۔ ٹی ایس ایلیٹ (T.S. Eliot) نے ڈن کی بازیابی میں اہم کردار ادا کیا وہ ڈن اور اس کے ہم خیال شعراء کے بارے میں لکھتا ہے کہ ان کی پہلی خوبی یہ تھی کہ وہ اپنے خیال کو محسوس کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ان کا خیال ان کے تجربے میں اس طرح آتا تھا جیسے وہ کوئی احساس ہو اور وہ اپنے خیال کو اتنی تیزی کے ساتھ محسوس کرتے تھے۔ جیسے گلاب کی خوشبو محسوس کی جاتی ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ڈن بیسویں صدی میں منظر عام پر آیا اور قارئین کے لئے بڑی دلچسپی کا باعث بنا۔

کسی شاعر کی حقیقی تفہیم کے لئے اس کی زندگی پر نظر ڈالنا بے حد ضروری ہے ڈن کے حوالے سے یہ بات اور بھی ضروری ہے کیونکہ اس کی زندگی اور شاعری ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتی ہیں اس کی شاعری میں رندی سے لے کر اس کی پاکدامنی تک ہر واقعہ کی گونج سنائی دیتی ہے ڈن لندن میں ۱۵۷۲ء میں پیدا ہوا۔ اس کی والد ایک خوشحال تاجر تھا اور والدہ ایک ممتاز علمی و ادبی گھرانے کی چشم و چراغ تھی۔ ڈن کا خاندان ایک کٹر کیتھولک عقیدے سے وابستہ تھا دو برس بعد ڈن کا باپ چل بسا۔ ڈن کی تربیت کیتھولک پادریوں کے سپرد ہوئی لیکن وہ اس کی روح پر اثر انداز نہ ہوسکے اور اس کے دل میں اس عقیدے کے لئے کوئی گرمجوشی پیدا نہ ہوئی۔ وہ تین سال کے لئے ہارٹ ہال

آکسفورڈ (Hart Hall Oxford) اور پھر تین سال کے لئے ٹرنٹی کالج کیمرج (Trinity College Cambridge) میں زیرِ تعلیم رہا اور اس طرح اس میں آکسفورڈ کی روحانیت اور کیمرج کی دنیا داری یکجا ہوگئیں۔ پھر وہ لنکنزان (Lincoln's Inn) میں داخل ہوا اس کا یہ دور جو ۱۵۹۰ء سے شروع ہوتا ہے انتہائی آزاد روی' رندی اور پریشاں خیالی کا دور ہے اس دور میں اس نے ہجویات' مرثیے اور نظمیں لکھیں لیکن ان سب میں بڑی حد تک سنجیدگی کا فقدان ہے کیونکہ اس کے اس دور کی زندگی گویا شتر بے مہار سے مماثل تھی وہ جذبات کے بحر بیکراں میں گھر کر رہ گیا۔ سکون جاتا رہا اور اس کی زندگی کا عنان اقتدار شباب کی افراط و تفریط کے ہاتھ آگیا۔ جذبوں نے دل کھول کر رنگ رلیاں منائیں بہت سی حسینائیں اس کی زندگی میں آئیں اور داغ مفارقت دے گئیں وہ بوکھلا گیا اور خواتین کو طنز و استہزا کا نشانہ بنانے لگا۔ نسوانی حسن پر اس کا اعتبار اٹھ گیا وہ لا ابالی پن اور بے راہ روی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گم کردہ راہ انسان کی طرح بھٹکنے لگا کہ اچانک اس کی شب تاریک میں ایک ستارہ نمودار ہوا جس نے اس کی تیرہ و تار زندگی کو بظاہر وقتی طور پر بقۂ نور بنا دیا۔ ۱۵۹۸ء میں سر ٹامس اجرٹن (Sir Thomas Egerton) نے اسے اپنا ذاتی سیکرٹری مقرر کیا جس کے گھر اس کی ایک بھتیجی این مور (Ann More) کا آنا جانا تھا جب ٹامس اجرٹن کی اہلیہ کا انتقال ہوا تو اس کی بھتیجی نے اس کا گھر سنبھال لیا اس وقت اسکی عمر کوئی سولہ برس تھی جب ڈن نے اس سے راہ و رسم بڑھایا تو اس کے دام محبت میں کچھ ایسا اسیر ہوا جیسے کہہ رہا ہو۔

"چن لیا میں نے تمہیں سارا جہاں رہنے دیا"

اور پھر وہ اس جذبہ محبت میں اس قدر سرشار ہوا کہ عقل و خرد کے سارے اصنام پاش پاش کردیئے اور این مور سے خفیہ طور پر شادی کرلی۔ این کے والد جارج مور (George More) نے اسے جیل بھجوا دیا اور اس کی ملازمت بھی جاتی رہی یوں دنیاوی اعتبار سے ڈن تباہ و برباد ہوگیا دنیاوی ترقی کے تمام در مقفل ہوگئے۔ چند ماہ بعد اسے رہائی ملی اور وہ اپنی محبوب نظر رفیق حیات سے جا ملا۔ مادی طور پر یہ واقعہ ڈن کے لئے بے پناہ مصائب کا باعث بنا اور اسے پندرہ سال تک عسرت و کسمپرسی کی چکی میں پسنا پڑا لیکن اسے جنسی آسودگی حاصل ہوگئی بے پناہ سکون خاطر میسر آیا اگرچہ بارہا اسے شدائد زمانہ سے آنکھیں چار کرنا پڑیں لیکن اسے اپنے اس فیصلے پر کبھی پچھتانا نہیں پڑا۔

بعد ازاں ڈن کا میلان مذہب کی طرف ہونے لگا لیکن اس کی مادی خواہشات مزاحم ہوتی رہیں وہ سوچتا رہا کہ شاید کلیسا سے باہر رہ کر بھی وہ اپنی خواہشات کو پورا کرسکے گا۔ ۱۶۰۷ء میں اسے کلیسا میں ملازمت کی پیش کش ہوئی لیکن اس نے ٹھکرا دی کیونکہ کچھ تو وہ اپنے آپ کو اس منصب کا اہل نہیں سمجھتا تھا اور کچھ حد تک اس کے ذہن میں مذہب سے متعلق شکوک و شبہات بھی تھے وہ ابھی دنیاوی محاذ پر مکمل طور پر جنگ بھی نہیں ہارا تھا اگرچہ وہ اپنے آپ کو بہت تنہا سمجھنے لگا تھا مسائل بڑھتے جارہے تھے اور کثیر العیالی نے اس کی مشکلات کو اور بھی بڑھا دیا تھا۔ پھر اسے اپنے گھر (Mitcham) کی آب و ہوا بھی راس نہیں آئی تھی وہ اور اس کے افراد خانہ بیمار رہنے لگے تھے اور وہ اپنے گھر کو ہسپتال کہنے پر مجبور ہوگیا تھا' کبھی کبھی وہ خود کشی کے انتہائی اقدام پر سوچنے لگتا۔ اگرچہ ۱۶۰۷ء میں اس کی ملاقات جارج ہربرٹ (George Herbert)

ن بیوہ ماں میگ ڈالن ہربرٹ (Mag Dalen Herbert) سے ہوئی جس کے روحانی اثر نے اسے ڈھارس دی۔ ۱۶۰۹ء میں علالت کے دوران اس کی حیات بے سمت نے روحانیت کے دامن میں پناہ لینا چاہی اور اس نے اپنی نظمیں The Litany اور The Cross لکھیں۔ اگرچہ ان نظموں کا اسلوب ڈن کا اپنا مخصوص اسلوب ہی رہا جو بظاہر غیر سنجیدہ نظر آتا ہے لیکن بین السطور ایک روحانی زندگی کی تلاش کا غماز ہے لیکن شاید ابھی اس کے لئے عروس زندگی میں کچھ دلکشی موجود تھی جونہی صحت یاب ہوا وہ ایک بار پھر در دنیا پہ دستک دینے لگا۔ اس کی مالی مشکلات بھی قدرے کم ہو گئیں تھیں۔ ۱۶۰۸ء میں اس کے سسر نے اسے کچھ وظیفہ دینا شروع کردیا تھا اور پھر (Countess of Bedford) نے بھی اس کی سرپرستی شروع کردی جس کے بارے میں اس نے کہا تھا۔

"A new world rose from her light"

وہ قدرے مطمئن تو تھا لیکن اسے یہ احساس بھی کھائے جاتا تھا کہ وہ معمولی باتوں پر اپنی ذہانت کو تباہ و برباد کررہا ہے۔ ادھر اس کی بیوی کی صحت بھی خراب رہنے لگی تھی اور ڈن کو یہ احساس بھی ستانے لگا تھا کہ وہ اپنی بیوی کے لئے کچھ بھی نہیں کرپایا۔

ایک اور ایسا سانحہ وقوع پذیر ہوا جس نے ایک حد تک اس کی زندگی کا رخ تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ایک متمول شخص (Robert Drury) کی چودہ سالہ بیٹی الزبتھ Elizabeth کا انتقال ہوگیا وہ (Robert Drury) کی چہیتی بیٹی تھی ڈن نے ایک مرثیہ اسے لکھ کر بھیجا جس پر اس نے ڈن کے کنبے کو اپنے پاس رہائش دے دی ڈن نے الزبتھ کی پہلی برسی پر بھی ایک

نظم Anatomy of the world لکھی اور دوسری برسی پر ایک اور نظم The Progress Of The Soul تحریر کی۔ اگرچہ BenJonson نے ان نظموں کو ہدف تنقید بنایا اور ڈن کو کفر کا مرتکب ٹھہرایا لیکن ان نظموں میں زندگی کی بے ثباتی کا ذکر بڑی خوبصورتی سے کیا گیا ہے اور لاشعوری طور پر ڈن کلیسا کی طرف بڑھتا ہوا دکھائی دیتا ہے اگرچہ یہ سب کچھ ڈن نے Drury کی توجہ حاصل کرنے کے لئے کیا تھا اور وہ یہ نظمیں شائع بھی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن پھر بھی یہ نظمیں ایک حد تک اس کی روح کا پتہ دیتی ہیں ان نظموں میں لافانیت کا ذکر بھی ملتا ہے اور ڈن کا مذہبی طرز فکر واضح ہونے لگتا ہے۔

۱۶۱۱ء میں رابرٹ ڈریوری ڈن کو یورپ کے سفر پر اپنے ساتھ لے گیا جبکہ اس کی بیوی علیل تھی اور اس کے ہاں آٹھواں بچہ پیدا ہونے والا تھا اس نے جانے سے قبل اپنی نظمیں "Valediction: Forbidding Mourning" اور Song

"I do not go for weariness of thee"

تحریر کیں۔ ڈن ایک سال باہر رہا اور زندگی سے خوب لطف اٹھایا اور پھر دنیاوی کروفر کی خواہش اس کے دل میں انگڑائیاں لینے لگی اور اس نے بعض اہل دربار کو مختلف مواقع پر نظمیں لکھ کر متوجہ کرنا چاہا لیکن ناکام رہا اور پھر نظر کلیسا کی جانب اٹھی تاکہ اپنے اندر متصادم قوتوں کو ہم آہنگ کرسکے ایک بار پھر بیماری نے اسے آلیا۔ ۱۶۱۳ء میں اس نے اپنی نظم Riding Westward لکھی جو اس کے روحانی اضطراب کا منہ بولتا ثبوت ہے ڈن روحانی اور مادی ضروریات کی کشمکش میں غلطاں رہا کبھی دنیوی جاہ و جلال اسے اپنی طرف کھینچتا تو کبھی ندائے

نبی اس کے کانوں میں رس گھولتی روحانیت اور مادیت کی یہ آنکھ مچولی اس کی زندگی کا سب سے دلچسپ اور ڈرامائی پہلو ہے۔ این مور سے شادی کے باعث زنداں خانے میں وہ چلا گیا۔

" For God's sake hold your tongue and let me love"

اس نے دل و جان سے محبت کی لیکن وہ اپنی ذہنی کشمکش پر قابو نہ پاسکا کبھی اسے اپنی کم مائیگی کا احساس ہوا اور وہ مذہب کے دامن میں پناہ نہ لے سکا۔ کبھی اس کے دل نے کہا کہ مادی ضروریات کے لئے مذہب کو ذریعہ معاش بنانا درست نہیں لیکن دنیا پرستی نے دین داری کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دیئے اور وہ بادشاہ جیمز اول کی سفارش پر ۱۶۱۵ء میں Paddington چرچ کا Curate بن گیا اور اس کا یہی کہا ہوا یہ قول وظیفہ حیات ٹھہرا۔

"There is no virtue but religion"

۱۶۱۶ء میں اسے Reader Divinity منتخب کر لیا گیا ۱۶۱۷ء میں اس کی خستہ حال بیوی بارھویں بچے کی پیدائش کے دوران چل بسی غم و اندوہ نے ڈن کا رشتہ مذہب سے اور مضبوط کر دیا' اس نے اپنی ایک Sonnet میں اپنے جذبات کا یوں اظہار کیا۔

"Since she whom llove'd hath paid her last debt
To nature,and to hers and my good is dead,
And her soul early into heaven ravished,
Wholy on heavenly things my mind is set.
Here the admiring her my mind did whet
To seek thee God; so streams do show their head "

گویا این مور کی محبت نے اس کے دل کو اتنا پگھلا دیا کہ وہ خدا کی طرف

مائل ہوا۔ اب وہ مذہب کی دلیز پر کھڑا تھا اور خدا سے اپنے گناہوں کے لئے
ہاتھ پھیلا پھیلا کر مغفرت مانگ رہا تھا لیکن اس کی مذہبی نظمیں اس کی عشقیہ
نظموں کی طرح اس کے ذہن کا ڈرامہ پیش کرتی ہیں اس کا انداز شوخی سے لبریز
ذکاوت اور فطانت میں ڈھلا ہوا ہے اور اس میں تشبیہات اور مماثلتوں کا ایک
اچھوتا پن موجود ہے۔ ۱۶۲۱ء میں اسے Dean of st. paul's مقرر کردیا گیا۔
۱۶۲۳ء میں وہ سخت بیمار ہوگیا اور اپنی نظم "Hymn to God the Father" رقم کی جو اس کی ذہنی کیفیت کی غماز ہے باقی سات سال زندگی اور
موت کی کشمکش میں گزرے لیکن خدا سے اس کی قربتیں بڑھتی گئیں اور وہ پکار
اٹھا۔

"What function is so noble, as to be Ambassador to God and destiny."

اپنی موت سے آٹھ یوم قبل اس نے اپنی نظم "Hymn to God my God in my Sickness" تحریر کی۔ اس کا اسلوب بالکل اس کے songs
اور Sonnets جیسا ہی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فطانت' ذکاوت اور
دور از کار تشبیہات کا استعمال اس کی فطرت ثانیہ تھی اس کی سوچ کا انداز تھی
چنانچہ ہم اس کی سنجیدگی پر شک نہیں کرسکتے اور یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ وہ ایک
سچا عاشق اور بعد میں ایک سچا خدا پرست بنا لیکن اس نے اپنے تجربے کو کبھی
چھپانے کی کوشش نہیں کی اور ہمیشہ وہی کچھ کہا جو اس نے محسوس کیا۔



باب دوم

عشقیہ شاعری

بیسویں صدی میں ڈن قارئین کے دلوں کی دھڑکن بن گیا جس کی بہت سی وجوہات ہیں۔ عہد وکٹوریہ عافیت کوشی اور سلامت روی کا عہد تھا۔ لوگوں کی نظر چہروں میں الجھ کر رہ جاتی تھی' سطحیت کا دور دورہ تھا ظاہری آب و تاب کے پس منظر تک کوئی نظر نہ پہنچتی تھی۔ Browning کے ایک کردار نے کہہ دیا تھا خدا آسمانوں میں ہے اور دنیا میں سب کچھ ٹھیک ہورہا ہے یہ لوگ جذبے اور فکر کو توڑ مروڑ کر یکجا کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے' بیسویں صدی میں اس طرز فکر کے خلاف سخت مزاحمت ہونے لگی۔ لوگوں میں تلخ حقائق دیکھنے کی ہمت پیدا ہوئی لیکن رد عمل نے مختلف صورتیں اختیار کیں کچھ لوگ حقائق کے نام پر جنسیت کے گورکھ دھندوں میں الجھ کر رہ گئے اور کچھ چڑ چڑے پن اور قنوطیت کا شکار ہوگئے کچھ ایسے بھی تھے جو جذبہ و فکر کو اس کے صحیح پس منظر میں دیکھنے لگے اور اس طرح ڈن میں انہیں ایک ایسا شاعر نظر آیا جو ان کی حسیت (Sensibility) کے عین مطابق تھا وہ نہ تو محض جذباتی تھا اور نہ ہی خرد زدہ۔ وہ جذبوں پر فکر انگیز نگاہ ڈال سکتا تھا اور فکر کو جذبات کے پیکر میں

ڈھال سکتا تھا بیسویں صدی کے نوجوانوں نے اسے اپنے دل کی دھڑکن بنا لیا کیونکہ ڈن نے اس عہد کے نوجوانوں کی طرح روایت پرستی کے بتوں کو پاش پاش کردیا تھا اس نے اپنی شاعری میں حقیقت پسندی' سچائی اور راست گفتاری کو رواج دیا تھا' جنسی حقائق کو واشگاف طور پر پیش کیا تھا اور محبت کو کوئی الوہی جذبہ نہیں بلکہ فطرت کے طور پر پیش کیا تھا' اس نے سڈنی (Sidney) کے درباری انداز کو رد کردیا تھا اسے Lodge اور Peele کی شیریں بیانی ایک آنکھ نہ بھائی' اسے Greene کی دہقانی افسردگی سے کوئی علاقہ نہ تھا وہ ایک حقیقت پسند تھا اور پکار اٹھا۔

"I sing not siren-like, to tempt, for !
Am harsh. "

اور ان شاعروں کے برعکس جنہوں نے اپنی محبوبہ کو دیوی اور کوئی ملکوتی حقیقت بنا کر رکھ دیا تھا یوں کہا۔

Love's not so pure, and abstract, as they use
To say, which have no mistress but their muse."

اگرچہ اس کی شاعری میں از منہ وسطیٰ (Middle Ages) کی کچھ خصوصیات در آئی ہیں لیکن اس کی فکر بڑی حد تک ہماری صدی سے ہم آہنگ ہے وہ تجسس سے سرشار ہے اور علم کے کسی شعبے کو شجر ممنوعہ نہیں گردانتا اس کی زندگی میں بے پناہ سیمابیت اور اضطراب موجود ہے۔اور اس طرح وہ ہمارے عہد کا شاعر کہا جاسکتا ہے۔

ڈن کی شاعری میں بے پناہ تنوع' جامعیت اور آفاقیت موجود ہے اس کے دیوان میں فطرت کا ہر رنگ موجود ہے کونسا نغمہ ہے جو اس کے رباب جذب و شوق

سے نہیں پھوٹتا کونسی خواہش ہے جو اس کے شعروں میں انگڑائیاں نہیں لیتی یہ الگ بات کہ اس کے ذہن کی براقی اور خیال کی سیمابیت کچھ اس طرح گل کھلاتی ہے کہ قاری بعض اوقات بوکھلا سا جاتا ہے اور جو اس سے صحیح طرح واقف نہیں اسے غیر سنجیدہ سمجھ کر رد کردیتا ہے اور ڈاکٹر جانسن کی طرح ناک بھوں چڑھاتا ہے۔

تاہم اس کے متنوع اوصاف میں سب سے نمایاں وصف اس کی عشقیہ شاعری کو حاصل ہے اور Joan Bennet کے مطابق وہ انگریزی ادب کی عشقیہ شاعری میں ممتاز مقام رکھتا ہے اس میں کلام نہیں کہ ویسے تو محبت ہر شاعر کے لئے باعث تحریک ہوتی ہے لیکن اگر ڈن کو اس میدان کا شاہسوار کہا جائے تو چنداں غلط نہ ہوگا محبت کا کونسا پہلو ہے جو اس کی شاعری میں موجود نہیں کونسا جذبہ ہے جس نے اس کے تارِ دل کو نہیں چھیڑا والہانہ عشقیہ جذبات سے لے کر خالصتاً جنسی احساسات تک محبت کا ہر پہلو اس کے شعری مجموعے میں اپنی جولانیاں دکھاتا ہوا نظر آتا ہے لیکن جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ بعض ناقدین کے نزدیک اس کا اسلوب بیان رنگ میں بھنگ ڈالتا ہوا نظر آتا ہے لیکن ڈن کے وہ قارئین جنہوں نے اس کی شاعری اور شخصیت کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا ہے وہ اس کے اسلوب نگارش کو اس کی فطرت ثانیہ سمجھ کر قبول کرلیتے ہیں اور اس کے پیرایہ اظہار کو اس کی ذہنی اپج اور فکری میلان کا کرشمہ گردانتے ہیں۔

ڈن کی عشقیہ شاعری سے متعلق ایک اعتراض یہ ہے کہ اس میں شاعر محبوب کی بجائے اپنی ذات کو اہم گردانتا ہے اور یہ کہ وہ نظمیں اس قدر تجزیاتی انداز لئے ہوئے ہیں کہ انہیں حقیقی عشقیہ شاعری نہیں تصور کیا جاسکتا اور یہ بھی کہا جاتا

ہے کہ ڈن کی عشقیہ شاعری میں بصری محاکات (Visual Imagery) کا فقدان ہے کیونکہ عہد الزبتھ میں نظم کو تصویر ہی تصور کیا جاتا تھا سڈنی اسے بولتی ہوئی تصویر کہتا تھا لیکن ڈن نے سپنسر کے برعکس اپنے محبوب کے خدو خال کی تصویر کشی پر زور نہیں دیا ہے پروفیسر Crofts کے مطابق ڈن اپنی ذات میں گم دکھائی دیتا ہے اور اپنی زندگی کے ڈرامے سے قطع تعلق نہیں کرسکتا۔ اس کے ہاں کوئی ایسا دریچہ نہیں جس میں سے اس کی ذات نہ جھانکتی ہو یہاں تک کہ اس کے انتہائی والہانہ عشقیہ شاعری کی محبوبہ جو کہ ایک حقیقی انسان ہوگی محض جنسیت کی مجرد شکل دکھائی دیتی ہے وہ اسے نظر بھر کر بھی نہیں دیکھتا شاید دیکھنا ہی نہیں چاہتا۔ Leish man اپنی تصنیف Monarch of Wit میں لکھتا ہے کہ ڈن اپنی محبوبہ کو نہ تو فرشتے کی صورت میں اور نہ ہی ماورائی دوشیزہ' ملکہ یا سرخ گلاب کی صورت میں پیش کرتا ہے وہ ہمیں اپنی محبوبہ کے بارے میں کچھ نہیں بتاتا کیونکہ اس کی عشقیہ شاعری کا یہ موضوع ہے ہی نہیں' وہ تو محبت کا ایک تجربہ بیان کررہا ہوتا ہے اور اپنی محبوبہ سے اپنے روابط کی وضاحت کررہا ہوتا ہے ان روابط پر روشنی ڈال رہا ہوتا ہے اور اسے محسوس کرنے اور کروانے کی کوشش کررہا ہوتا ہے اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اس کی سنجیدہ عشقیہ نظمیں این مور سے رشتہ ازدواج استوار ہونے کے بعد لکھی گئیں تو یہ بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے کیونکہ اس تعلق نے اس پر دنیاوی کروفر کے سب در مقفل کردیئے تھے لیکن اسے اس کا کوئی قلق نہ تھا یہاں Leish man نے اس تجربے کو شکسپیئر کے کردار King Lear کے تجربے سے مماثل قرار دیا ہے جب King Lear زندگی کی جنگ ہار چکتا ہے اور اپنی بیٹی Cordelia کی

آغوش محبت میں پناہ تلاش کرتا ہے درد و غم سے بریز ہو کر وہ اپنی زندگی کے باقی دن محبت کے سائے میں گزار دینا چاہتا ہے قید و بند کی صعوبتیں بھی اس کے لئے بے معنی ہیں کیونکہ اسے اپنی اس بیٹی کی محبت حاصل ہو گئی ہے جس کے ساتھ اس کا سلوک انتہائی ناپسندیدہ رہا تھا جب Cordelia سے ساتھ Edmund کے حکم پر جیل میں بھیجا جارہا ہوتا ہے تو وہ دل ہی گہرائیوں سے کہتا ہے۔

"No, No, No, No! Come, let,s away to prison:
we two alone will sing like birds in the cage"

یہی حال Leish man کے نزدیک ڈن کا ہے اب اسے اپنی محبوبہ کی تصویروں سے سروکار نہیں وہ اس کا ہو چکا ہے اور اس کی محبوبہ صرف اس کے لئے ہے اس لئے محبت اس کی نظر میں تفریح طبع نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔

Dryden اس حقیقت کا ادراک نہیں کر پاتا اور کہہ دیتا ہے۔

"He affects the metaphysics not only in his satires but also in his amorous verses where nature only should reign and perplexes the mind of fair sex with nice speculations of philosophy where in he should engage their hearts, and entertain with the softness of love."

ڈرائیڈن (Dryden) کے نزدیک محبت محض تفریح طبع ہے وہ اپنے ڈراموں میں محبت کی رنگ رلیاں پیش کرنے پر قانع ہے اور لوگوں کا دل بہلا کر داد سمیٹ رہا ہے اس کے برعکس ڈن کسی حسینہ کو جیتنے کی کوشش نہیں کر رہا ہے۔ وہ تو پہلے ہی اسے جیت چکا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ محض ایک تجربے کی تشریح میں منہمک دکھائی دیتا ہے اور اس کے لئے ہر شعبہ حیات سے تشبیہات اخذ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا چنانچہ جانسن (Johnson) کا یہ خیال ڈن اور اس جیسے دیگر شعراء محبت میں گرویدگی سے عاری ہیں' درست نہیں۔ Joan

Bennet کا بھی یہی خیال ہے وہ لکھتی ہے ڈن کی سنجیدہ نظمیں محبت جیتنے سے متعلق نہیں بلکہ محبت کے تجربے سے متعلق ہیں یہی وجہ ہے کہ ان میں سپنسر (Spenser) کا سا انداز نہیں۔ اگرچہ اس کی شاعری میں جذبوں کی رنگا رنگی ہے احساسات کی بوقلمونی ہے لیکن ظرافت اور ذکاوت سے کہیں بھی مفر نہیں کیونکہ ڈن کا دماغ انہیں سانچوں میں ڈھلا تھا کہیں کہیں وہ لفظی پیکر بھی تراشنا چاہتا ہے لیکن یہاں بھی اس کا انداز اپنا ہی ہے Joan Bennet کے خیال میں ڈن کی عشقیہ شاعری میں گو جسمانی رنگ و روپ کا طلسم نہیں پھر بھی کہیں کہیں بہت عمدہ تصویریں بھی مل جاتی ہیں۔ جیسے Second Anniversary میں حیا کی تصویر ملاحظہ ہو۔

"Her pure,and eloquent blood,
Spoke in her cheeks, and so distinctly wrought,
That one might almost say, her body thaught.

اسی طرح کچھ اور مثالیں بھی پیش کی جا سکتی ہیں۔ جیسے

My face in thine eye, thine in mine appears,
And true plain hearts do in the faces rest:"

"Every thy hair for love to work upon,
Is much too much, some fitter must be sought."

"Our hands were firmly cemented,
With a fast balm, Which thence did spring,
Our-eye beams twisted, and did thread,
Our eyes, upon one double string;

اس طرح کی کچھ مثالیں اور بھی دی جاسکتی ہیں لیکن یہ ڈن کا مخصوص انداز نہیں وہ جذبوں کی تصویریں ضرور پیش کرتا ہے مگر ان کے لئے اس کی تشبیہات اچھوتی ہوتی ہیں جن کا تعلق علم و دانش کے ہر شعبے سے ہو سکتا ہے۔ لیکن بعض نقادوں کو یہ انداز پسند ہی نہیں کیونکہ یہ اپنے دور کی حسیت کا ساتھ نہیں دیتا اور اس سے بعض اوقات یہ تاثر ابھرتا دکھائی دیتا ہے جیسے یہ محبت ہی نہ ہو یہ وجہ ہے کہ Lewis کہہ اٹھتا ہے۔

"What any sensible woman can make of such love making?"

لیکن Bennet کو اس سے اتفاق نہیں۔ اس کے مطابق ڈن کی نظموں کے پس منظر کو جاننا بہت ضروری ہے اور یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اس کا تعلق Ann More سے کتنا گہرا رہا اسی طرح اس کے خیال میں تمام نظمیں ایک ہی انداز کی نہیں کسی نظم میں اس کا جذبہ شدید ہوتا ہے اور کسی میں سطحی' اس لئے اس فرق کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے ہمیں اس کے شعر کے آہستہ اور تیز انداز کو بھی ذہن میں رکھنا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈن کا تجربہ ہمہ جہتی ہے اور وہ اپنے کسی تجربے کو بھی چھپانے کی کوشش نہیں کرتا۔

ڈن کی عشقیہ شاعری سے متعلق Lewis ایک اور نقطہ پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ڈن ازمنہ وسطیٰ کے گناہ گاری کے تصور سے کبھی نجات نہیں پاسکا' وہ کہتا ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ ڈن کا اس بارے میں کیا نقطہ نظر ہے کہ صرف شادی ہی جنسی عمل کو جائز قرار دے سکتی ہے یا یہ کہ جنسی عمل ہر دو

صورت میں درست نہیں اس کی نظم The Sun Rising کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں کہ اس میں شادی کے بعد کا تجربہ پیش کیا گیا ہے یا اس سے پہلے کا' بہر کیف ڈن محبت کے ہر پہلو کو انتہائی دلاویزی اور دلکشی سے بیان کرتا ہے کیونکہ اس کا اپنا تجربہ اس قدر سچا ہے کہ اس کی شاعری میں ہر جگہ جھلکتا ہے اس کے عہد میں محبت کی شاعری محض دل لگانے کے لئے کی جاتی تھی خیالی باتوں کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی جاتی تھی جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن ڈن نے یہ طرز اظہار مکمل طور پر مسترد کردیا وہ اپنی نظموں کو شاعری کے بندھے ٹکے اصولوں کے مطابق شروع نہیں کرتا بلکہ جیسے جی چاہتا ہے اپنے جذبوں کی بارش شروع کردیتا ہے گویا وہ کسی کو ڈانٹ رہا ہو کسی کو سمجھا رہا ہو اور کسی کو اپنے دل کی کہانی سنا رہا ہو۔ Grierson کے مطابق ڈن کی عشقیہ شاعری کے تین نمایاں پہلو ہیں طنزیہ' ازدواجی اور خالصتاً" فلاطونی یا روحانی۔ جون ڈن کی عشقیہ شاعری کی ایک اور نمایاں خصوصیت عاشق و معشوق کی ذہنی اور قلبی ہم آہنگی ہے جسے One - ness of the two کہا گیا ہے جس کے اثر سے عاشق و معشوق ایک ہو جاتے ہیں دوری کا احساس مٹ جاتا ہے یک جان اور دو قالب ہونے کی یہ خصوصیت ہمیں اردو شاعری میں بھی مل جاتی ہے لیکن ڈن کے ہاں اسے اور گہرائی اور گیرائی سے پیش کیا گیا ہے جس سے اس کی انفرادیت کا پتہ چلتا ہے اور اس کی شاعری چیزے دگر بن جاتی ہے وہ اپنی اور اپنے محبوب کی دنیا کو ایک سمجھتا ہے اور محسوس کرتا ہے۔

"Where can we find two better hemispheres
Without sharp north without declining west?"

ڈن ایک اور جگہ کہتا ہے۔

"If we are two, we are two,
As the twin pair of compasses are two."

اس کے نزدیک محبت کے سامنے تمام دنیا ہیچ ہے' بے معنی ہے' بے کار ہے۔

"For love all love of other sights controls,
And makes one little room an every where.

وہ اس جسمانی اور ذہنی ہم آہنگی کو The Sun Rising میں یوں بیان کرتا ہے۔

"She is all states and all princes I nothing else is"

یہ دل و دماغ کی ہم آہنگی' مادی مشکلات کو خاطر میں نہیں لاتی۔
ڈن کی عشقیہ شاعری کی ایک اور خصوصیت جذبہ و فکر کی ہم آہنگی ہے محبت کے روایتی اظہار میں فکر کو کبھی عمل دخل نہیں رہا محبت اندھی ہوتی ہے دیوانی ہوتی ہے' جس کے جذبے کے تحت دماغی صلاحیتیں شل ہو کر رہ جاتی ہیں لیکن ڈن کی شاعری میں جہاں محبت کو ایک انسانی جذبے کے طور پر پیش کیا گیا وہاں اسے خالی خولی جذباتیت سے بھی ممیتز کیا گیا اس کی شاعری میں جذبہ وادراک ایک دوسرے کے حریف نہیں حلیف نظر آتے ہیں۔
Eliot کے نزدیک ڈن ہمہ وقت جذبوں کے مترادفات کی تلاش میں محو رہتا ہے کیونکہ وہ جذبوں کو حسیاتی سطح پر پیش کرنا چاہتا ہے اور محض لفظی طوطے مینا بنانے کا قائل نہیں یہی وجہ ہے کہ سپنسر کی شاعری سے مسحور عوام و

خواص نے ڈن کو رد کردیا اور جانسن کو سرے سے اس کی شاعری محبت کی شاعری ہی نظر نہیں آتی لیکن ایسا لگتا ہے کہ سولھویں صدی میں نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کے زیر اثر بھی ڈن میں یہ انقلاب پیدا ہوا۔ Leish man کے نزدیک اس کی نظموں کو Prolonged arguments کہا جاسکتا ہے ڈن اپنے تجربے کو بہر صورت لفظوں کا پیکر عطا کرنا چاہتا ہے دلائل پیش کرکے اپنے موقف کی وضاحت کرتا ہے چونکہ اس کا ذہن برقی قوتوں کا حامل نظر آتا ہے۔ اس لئے بظاہر کہیں کہیں تضاد کی کیفیت بھی نظر آتی ہے لیکن غور سے مطالعہ کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ نظم میں تضاد کہیں بھی نہیں تھا بلکہ یہ تو شاعر کا ایک اپنا مخصوص پیرایہ اظہار تھا اس کی نظم "The Sun Rising"[۱۱] جس کا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے کو ہی لے لیجئے وہ اس نظم کا آغاز انتہائی غیر روایتی طور پر سورج کی ڈانٹ ڈپٹ سے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسے ہمت کیسے ہوئی کہ یہ دریچوں اور پردوں سے جھانکنے کی جسارت کرے کیونکہ محبت کرنے والے وقت کے محتاج نہیں، صبح کے وقت سورج کا فرض ہے کہ وہ ان کو جگائے جنہیں جاگنے کی ضرورت ہے اس نظم کے آخر میں وہ سورج کے لئے ہمدردی کا اظہار کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے اے سورج تو بوڑھا ہوچکا ہے تھک چکا ہے تیرا کام دنیا کو حرارت پہنچانا ہے اگر تو صرف ہم پر چمکتا رہے تو تیرا یہ فرض پورا ہو جاتا ہے کیونکہ ہم ایک دنیا ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں شاعر نے محبت سے متعلق موقف بیان کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ نظم میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا۔

یہ ذہنی قلا بازیاں ڈن کی شاعری کا طرۂ امتیاز ہیں اور اس کی ہر نظم میں تلاش کی جاسکتی ہیں، چلتے چلتے اس نظم کے حوالے سے Leish man کے ایک

دلچسپ نقطے کو پیش کرنا ضروری ہے وہ اس نظم کی ایک لائن کا حوالہ دیتا ہے۔

"Go tell court- huntsmen the king will ride"

اور لکھتا ہے کہ اس لائن میں لفظ "King" واضح کرتا ہے کہ یہ نظم ۱۶۰۳ء کے بعد لکھی گئی کیونکہ شاہ جیمز ۱۶۰۳ء میں تخت نشین ہوا اور ڈن کی این مور سے شادی ۱۶۰۱ء میں ہوئی چنانچہ یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ یہ نظم این کے حوالے سے ہی لکھی گئی اور اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ "وہ تمام نظمیں جن میں اس طرح کی محبت کا ذکر ہے وہ این مور کے حوالے سے ہی لکھی گئی ہوں گی اس سے قبل کہ کسی اور خصوصیت کا ذکر کیا جائے ظاہری تضادات (Paradoxes) کے حوالے سے ایک اور نظم کا تجزیہ درست معلوم ہوتا ہے تاکہ عشقیہ نظموں میں اس کے اسلوب کا کچھ اندازہ ہوسکے اور ان نظموں میں علم الکلام کا جو انداز وہ اختیار کرتا ہے اس کی قدرے وضاحت ہوسکے۔ (Scholasticism) علم الکلام (Scholasticism) در اصل چند دقیق مسائل کو دلائل کے ذریعے پیش کرنے کا نام ہے ڈن نے اگرچہ وہی مسائل پیش کئے ہیں جو عشقیہ شاعری میں عام طور پر ہوتے ہیں لیکن انہیں ایک خاص پیرایہ اظہار دیا ہے جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے اس نے محبت کے کئی نئے پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ لیکن انہیں ما بعد الطبیعاتی (Metaphysical) کہنا درست محسوس نہیں ہوگا۔

اس کی نظم (The Message) پر نظر ڈالئے جس میں وہ اپنی محبوبہ سے اپنی آنکھیں اور دل واپس کردینے کا مطالبہ کرتا ہے لیکن پھر کہتا ہے کہ اب ان کی ضرورت نہیں کیونکہ انہوں نے اس ہرجائی محبوبہ کے ساتھ رہ کر اپنا خلوص

گنوا دیا ہو گا لیکن فی الفور اسے خیال آتا ہے کہ یہ دل اور آنکھیں اسے واپس لے ہی لینی چاہیئں تاکہ وہ اس ستم پیشہ خاتون پر ہنس سکے اور انتقام لے سکے جب وہ کسی اور سے محبت میں گرفتار ہو جائے۔ بظاہر اس نظم میں کئی باتیں کہی گئی ہیں لیکن در اصل اس نظم کا مرکزی خیال بے مہر محبوبہ پر طنز کے سوا اور کچھ نہیں۔

ڈن کی عشقیہ شاعری کئی حوالوں سے فکر و خیال کے کئی دریچے وا کرتی ہے اور فکر کے نئے زاویے سامنے لاتی ہے ڈن کے عہد میں عام طور پر عشق کو ایک روحانی تجربہ قرار دیا جاتا تھا لیکن ڈن کی شاعری میں اس تصور کو بڑی وسعت ملی۔ ڈن کے نزدیک روحانی محبت بھی ایک حقیقت ہے لیکن اس سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ محبت جسم اور روح کے رشتے کا نام ہے اس کے خیال میں دو چاہنے والے کسی روحانی رشتے میں منسلک ہو ہی نہیں سکتے جب تک کہ انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا نہ ہو جسم زندگی کا جزو لاینفک ہے اور اسی کے ذریعے محبت کا آغاز ہوتا ہے کیونکہ محبت کرنے والے گوشت پوست کے انسان ہی تو ہوتے ہیں اس نقطے کی خوبصورت وضاحت اس کی نظم "The Ecstasy" میں ملتی ہے پہلے وہ جسمانی تعلق کا ذکر کرتا ہے اور پھر روحانی تجربہ بھی خوب خوب پیش کیا گیا ہے روحیں جسموں سے باہر نکل کر بھی محبت کا گیت گاتی ہیں لیکن وہ سمجھتا ہے کہ جسموں کا اتصال بھی انتہائی ناگزیر ہے۔

"But o alas, so long , so far,
Our bodies why do we forbear?"
They are ours, though they are not we."

یہ بھی سچ ہے کہ یہ جسمانی تعلق جسموں سے بلند ہے لیکن جسموں کی تنسیخ نہیں۔ جب ۱۶۱۱ء میں ڈن کو Robert Drury کے ساتھ براعظم یورپ کے سفر پر جانا تھا تو اس نے اپنی اہلیہ این کو تسلی کے لئے نظمیں لکھیں اور ثابت کیا کہ فراق میں بھی وصل کی لذتیں موجود ہوتی ہیں۔

"They who one another's keep alive Never parted be"

اسی طرح وہ اپنی ایک اور نظم Valediction Mourning میں کہتا ہے۔

"Dull sublunary lovers love,
(Whose soul is sense) cannot admit,
Absence,because it doth remove,
Those things which elemented it."

وہ کہتا ہے کہ چاہنے والوں کو ایک دوسرے پر مکمل یقین ہونا چاہئے انہیں یکجا رکھنے کے لئے لب و رخسار کی چنداں ضرورت نہیں جدائی کی صورت میں محبت کا پھیلاؤ ہی ہوتا ہے ہجر محبت میں گہرائی اور گیرائی پیدا کرتا ہے اپنی نظم "The Anniversary" میں وہ محبت کو موت پر غالب قرار دیتا ہے۔

"If one might' death were no divorce"

اس طرح ڈن کے گلشن محبت میں جانے کتنے پھول کھلے ہیں کتنی نکہتیں اور کتنی بہاریں، کانٹے بھی ہیں اور خزاں نصیب روز و شب بھی، جسمانی لذتیں بھی ہیں فراق کی قیامتیں بھی، روحانی رفعتیں بھی۔ جہاں ڈن کو این مور کی صورت میں محبت کی آسودگی اور راحت میسر آئی وہاں اوائل زندگی میں اسے ستم پیشہ

حسیناؤں سے بھی سابقہ پڑا وحشت دل کو مٹانے کے لئے بھی ایک در پر دستک دی اور کبھی دوسرے پر مگر کوئی در' کوئی آغوش' کوئی بانہیں اس کے مضطرب جسم و روح کو تسکیں نہ دے سکیں چند ہاتھ بڑھے بھی تو محض رسما" وہ نسوانی مہرو وفا کا قائل ہی نہ رہا اور یہ نتیجہ نکال لیا کہ یہ حسینانان جہاں محبت اور خلوص کے قابل ہی نہیں اور یہ کہہ اٹھا کہ ہر ناممکن' ممکن کی صورت اختیار کرسکتا ہے لیکن کوئی حسینہ محبت سے سرشار نہیں ہوسکتی۔

"No where
Lives a woman true and fair."

یہ طنزیہ انداز کہیں کہیں بڑی شدت اختیار کر جاتا ہے جیسے اس کی نظم Twickenhom Garden اس نظم میں وہ بہت ہی افسردہ اور دل برداشتہ دکھائی دیتا ہے اسے کہیں سکون میسر نہیں' باغ کی جنت بھی اسے سکون نہیں دے سکتی کہ وہاں محبت کا سانپ پھنکار رہا ہے محبت گویا ٹڈی دل ہے جس سے نکلنا کار محال ہے اس انداز کی نظمیں ڈن کے بے قرار ذہن کی پیداوار ہیں لیکن این مور کے تجربے نے اس کا رخ ہی بدل دیا۔

بعض ناقدین کا خیال ہے کہ ڈن کی ان نظموں کو جنہیں این مور سے منسلک کیا گیا ہے ضروری نہیں کہ حقیقت ہی ہو اس لئے ان نظموں کو خالصتا" عشقیہ نظمیں بھی کہا جاسکتا ہے لیکن جیسا کہ وضاحت کی جاچکی ہے کہ ہمارے پاس واضح اشارے موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نظمیں کسی محبوب خیالی کے لئے نہیں بلکہ این مور ہی کے لئے ہیں تاہم تحقیق کے دروازے بند کرنا نا مناسب ہے اور اس امر کی گنجائش ہے کہ مزید انکشافات ہوں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ڈن کی شاعری میں والہانہ پن بھی ہے اور طنزو تعریض بھی۔

C.S . Lewis کے خیال میں

'Cynicism and idealism about women are twin fruits on the same branch, are the positive and negative poles of a single theme."

ڈن کی عشقیہ شاعری سے متعلق ایک اور نقاد Fausset کی رائے بھی اہم ہے۔

"As a lover, he,s in turn the sensualist and the cynic, passion,s slave and passion,s critic, the mystical platonist and the devoted husband."

الغرض ڈن کی عشقیہ شاعری پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور بہت کچھ لکھے جانے کی گنجائش باقی ہے Leish man نے ڈن کی عشقیہ نظموں کی تقسیم کی ہے وہ لکھتا ہے کہ اس کی عشقیہ نظمیں کل پچپن ہیں جن میں سے وہ نظمیں جو اس نے این مور کے لئے لکھیں درج ذیل ہیں۔

"The Good Morrow","The Sunrising" "The Canonization" "Lovers' Infiniteness"."A fever"."Air and Angels." The Anniversary". "A valediction: Of the Book.""The Dream." "A valediction: Of Weeping."
A nocturnal Upon St. Lucy's Day"." The Broken heart." "A valediction: Forbidding Mourning""The Dissolution." The Prohibition"." The expiration." "The Computation." The Paradox." "Lecture upon Shadow.""Sonnet:The token."

اسی طرح Leish man کے مطابق ڈن نے آٹھ نظمیں اپنی ادھیڑ عمری میں Mrs.Herbert اور Countess of Bedford کے لئے لکھیں۔

"The undertaking" "The Funeral." "The Blossom." "The Primerose." "The Relique". "The Damp."
"The Twikenham Garden" " The will"

ویسے Leish man نے ڈن کی عشقیہ نظموں کے سات گروپ بنائے ہیں اس کے خیال میں ڈن کی تمام نظمیں ایک ہی رنگ میں نہیں اور انہیں اس کے حقیقی جذبات کا ترجمان نہیں سمجھنا چاہیے۔ ان سب میں ڈن اپنے حقیقی جذبے کے ساتھ موجود نہیں وہ قارئین جنہیں ڈن کی شاعری پر عبور نہیں اور نہ ہی اس کے ذہنی ارتقاء سے واقف ہیں وہ اس غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں اور ہر ایک نظم کو سچی عشقیہ نظم سمجھنے لگتے ہیں یا سب ہی کو رد کردیتے ہیں ڈن نے ایک جگہ خود کہا تھا کہ بعض نظمیں محبت کے موضوع پر محض "Evaporations" یعنی جذباتی عمل تبخیر ہیں ان نظموں میں استدلالیہ انداز کی بھرمار ہے اور ذکاوت اور ذہنی اپج کی بوقلمونی ہے اور ظاہری تضادات مبالغہ آمیزی' فصاحت و بلاغت' ڈرامائی عنصر بھی موجود ہے مگر اکثر و بیشتر انداز گفتگو کا سا معلوم ہوتا ہے اور کبھی کبھی قاری حیرت زدہ ہوتا ہے کہ ان کے بین السطور محبت کا شدید جذبہ بھی موجود ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض قارئین اس کی ہلکی پھلکی نظموں کو سنجیدگی سے اور سنجیدہ نظموں کو غیر سنجیدگی سے لیتے ہیں ڈن کی نظموں میں شدت کا فرق ضرور ہے کیونکہ وہ فن شاعری کو اتنا سنجیدہ نہیں سمجھتا تھا اور اس نے اپنی نظمیں اشاعت کے لئے بھی نہیں لکھی تھیں صرف

وہ ان کے ذریعے خود کو خوش کرنا چاہتا تھا اور اپنے دوستوں کے لئے بھی تفریح طبع کا سامان فراہم کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بعض نظموں کو سنبھال کر بھی نہیں رکھا لیکن یہ سچ ہے کہ بہت سی نظمیں اس کے ذاتی جذبوں کا عکس ہیں وہ این مور سے متاثر ہیں اور اس کے دیگر جذبات کی ترجمان ہیں ان میں امتیاز کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے Rhythm کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اور ان کے جذبے کی شناخت کی جائے غیر سنجیدہ نظموں میں مبالغے کی افراط ہے اور محض ایک موضوع کو ذکاوت سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جیسے "The Flea" جس میں وہ اپنا اچھوتا انداز پیش کرتا ہے چونکہ "پسو" نے دونوں کو کاٹا ہے چنانچہ اس میں دونوں کا خون شامل ہے اور وہ اسے "Marriage Bed" اور "Marriage Temple" کہتا ہے اگر اس کی محبوبہ اسے مارتی ہے تو وہ قاتل ہوتی ہے ڈن کی اور خود کشی کی مرتکب بھی اور گناہ کی بھی کہ اس طرح وہ محبت کے کلیسا کو منہدم کررہی ہے جس میں وہ دونوں مقیم ہیں اس نظم میں ذہنی پھرتی اور چابکدستی کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا اور اس طرح کی نظموں کو ذہنی تبخیر ہی کہا جاسکتا ہے لیکن وہ نظمیں جو اس نے این مور کے لئے لکھیں اس میں ایک جذبہ ہے ایک ہمدردی کا اظہار ہے محبت کی خود کفالتی ہے اور یکسوئی دکھائی دیتی ہے گو فطانت و ذکاوت' استدلال کی بھول بھلیاں اور مبالغہ آمیزی ان میں بھی ہے لیکن ان کے بین السطور جذبے کا وفور دکھائی دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان نظموں کو سنجیدہ نظمیں تصور کیا جاتا ہے اس طرح ڈن کی یہ نظمیں ان نظموں سے مختلف ہیں جو محض تفریح طبع کے لئے لکھی گئیں۔

اس طرح ڈن کی عشقیہ شاعری اپنی بوقلمونی کے باعث اپنی مثال آپ ہیں

خود ڈن کے ذاتی تجربات بھی بڑے متنوع تھے اور اس کی شاعری میں ان کی جھلک صاف صاف دکھائی دیتی ہے خواہ ڈن نے شعوری طور پر ایسا چاہا ہو یا نہ چاہا ہو یہ درست ہے کہ بعض نظمیں اس نے تفریح طبع کے لئے لکھی ہوں گی لیکن اس عمل میں بھی ذات کا اظہار ہو ہی جاتا ہے کیونکہ بعض اوقات شاعر' شاعری کو اخفائے ذات کے لئے استعمال کرسکتا ہے لیکن اس طرح وہ کچھ اور بھی ظاہر ہو جاتا ہے چھپانے کا عمل اظہار کا عمل بن جاتا ہے چنانچہ اگر Leish man کی یہ بات تسلیم بھی کرلی جائے کہ بہت سی عشقیہ نظمیں ڈن نے تفریح طبع کے لئے لکھیں تب بھی ماننا پڑے گا کہ اس کی یہ خواہش کئی محرومیوں کا نتیجہ ہوسکتی ہے۔ الجھنوں کو بھلانے کی خواہش ہوسکتی ہے زندگی کی سرد مہری سے صرف نظر کی کوشش ہوسکتی ہے تاہم جیسا کہ بیان کیا گیا کہ ڈن نے عشقیہ شاعری کا ایک نیا اسلوب تراشا ایک نئی قسم کی شاعری کی جسے بعض ناقدین عشقیہ شاعری کے خانے میں فٹ ہی نہیں کرپائے لیکن ڈن کو اسکی کیا پرواہ تھی، کسی بھی شاعر کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی بشرطیکہ وہ سچا شاعر ہو خانے بنانا اور کسی کو اس میں فٹ کرنا ناقدین کا کام ہے یا ناقدین کی ضرورت ہے شاعر تو منچلا ہوتا ہے روح اس کا ہاتھ تھام لیتی ہے جذبہ اس کی راہنمائی کرتا ہے اور احساسات اسے خام مواد فراہم کرتے ہیں اور اگر ذہن میں پھرتی تازگی اچھوتا پن اور شگفتگی ہو تو ڈن جیسی عشقیہ شاعری معرض وجود میں آتی ہے آج کا قاری جنسیت کی گفتگو کو شجر ممنوعہ نہیں سمجھتا اور اس کے حقائق کو چھپانے کی بجائے ان کا تجزیہ کرنا چاہتا ہے ڈن کی عشقیہ شاعری میں جنسی مسائل کو زندگی کی ضرورت سمجھ کر بیان کیا گیا ہے اور اس میں کسی طرح کے ذہنی تحفظات کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا اور صاف صاف

جسم و جان کو محبت کا منتہا قرار دیا ہے وہ اپنی نظم "The Blossom" میں صاف صاف کہہ دیتا ہے کہ اے دل تو میرے ساتھ لندن جانے کے لئے تیار نہیں لیکن تجھے وہاں آنا ہی پڑے گا اور وہاں میں تجھے کسی ایسے دوست کے حوالے کروں گا۔ جو میرے ذہن اور دل دونوں کو قبول کرے گا۔

"I would give you,"
There, to another friend whom we shall find,
As glad to have my body as my mind.

جسم و روح کے اس اتصال کا ذکر تو ہم اوپر کر آئے ہیں لیکن یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ وہ اپنے مافی الضمیر کو بیان کرنے میں کسی ہچکچاہٹ کو روا نہیں سمجھتا۔ اس کی نظم "The Expiration" کی ابتدائی سطور دیکھئے۔

"So,so, break off this last lamenting kiss,
Which sucks two souls and vapours both away."

جسم کی لذتوں کا ایسا ذکر صرف ڈن ہی کے ہاں مل سکتا تھا اور جدید حسیت نے اسے شاعری کا جزو لا ینفک بنا دیا ہے وہ اپنی نظم "The Relique" میں اپنی محبت کے معجزات گنواتے ہوئے کہتا ہے۔

"Coming and going, we
perchance might kiss, but not between those meals:
Our hands never touched the seals."

اس طرح ڈن نے محبت کو نری فلاطونیت سے نجات دلائی اور یہ امر اسے جدید دور میں ایک بڑا شاعر بنا کر پیش کرتا ہے اسی طرح اس کی بہت سی دیگر صفات جو ہم بیان کر آئے ہیں اسے جدید حسیت کے قریب تر لے آتی ہیں وہ محبت کو حقیقی شب و روز اور زمین و آسمان عطا کرتا ہے اور صاف صاف اپنے دل کی

بات لبوں پر لے آتا ہے اور یہی بات اسے ہمارے عہد کا شاعر بناتی ہے۔

پروفیسر نظیر صدیقی نے جون ڈن پر اپنے ایک مضمون کا جو عنوان دیا ہے' ڈن کی عظمت کو ایک بہت بڑا خراج تحسین بھی ہے۔

"جون ڈن" سترھویں صدی کا شاعر' بیسویں صدی کا معاصر" پروفیسر موصوف رقمطراز ہیں "محبت کو گناہ اور جرم کے تصورات سے آزاد کرنے کے لئے ہمارے معاشرے میں صدیوں سے پاک محبت اور ناپاک محبت کی اصطلاحیں رائج رہی ہیں لیکن یہ اصطلاحیں ہماری خود فریبی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ہمارے افسانے' ہمارے ناول اور ہماری فلمیں اس بات کی شاہد ہیں کہ ہمیں عشقیہ شاعری جس قدر عزیز ہے ہمارا معاشرہ عشق سے اسی قدر خوفزدہ ہے جب کسی خاندان میں کوئی لڑکا یا لڑکی غزل پر عمل کر بیٹھتے ہیں تو پھر اس خاندان میں قیامت آجاتی ہے خاندان کے وہ سارے بزرگ جو افسانوی یا فلمی ہیرو ہیروئن کی ناکام بنا دی جانے والی محبت پر آہیں بھرتے اور آنسو بہاتے ہیں اپنے گھر میں ہونے والے محبت کے ڈرامے میں عاشق یا محبوب کی بے رحم تقدیر بن جاتے ہیں۔ مذہب میں بھی محبت یا محبت کی شادی کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے گنجائش ہے تو صرف ازدواجی محبت کی' میں نہیں جانتا کہ ایسا معاشرہ جو اتنے تضادات اور اتنی پابندیوں کا شکار ہے جنس اور محبت کے بارے میں ڈن جیسے شاعر کے نظریات کو بھی کبھی سمجھ سکے گا یا نہیں۔

مجھے اس بات کا بھی اندازہ نہیں کہ ایسا معاشرہ حفیظ ہوشیار پوری کے اس شعر کو سمجھ سکا ہے یا نہیں۔

یہ تمیز عشق و ہوس نہیں یہ حقیقتوں سے گریز ہے
جنہیں عشق سے سروکار ہے وہ ضرور اہل ہوس بھی ہیں

اور ساقی فاروقی کے اس شعر میں ہمارے معاشرے کو کبھی کوئی صداقت نظر آئے گی یا نہیں۔

وہ مری روح کی الجھن کا سبب جانتا ہے
جسم کی پیاس بجھانے پہ بھی راضی نکلا

پروفیسر موصوف ڈن کی دو ایک نظموں کے حوالے سے اردو کے شعراء کے اشعار پیش کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ نظم "The Good_ Morrow" کو پڑھ کر حسرت کا یہ شعر یاد آتا ہے۔

تجھ سے اب مل کے تعجب ہے کہ عرصہ اتنا
آج تک تیری جدائی کا یہ کیونکر گزرا

اسی طرح ڈن کی نظم "The Prohibition" پڑھ کر عبیداللہ علیم کا یہ شعر یاد آ رہا ہے۔

عزیز اتنا ہی رکھو کہ جی سنبھل جائے
اب اس قدر بھی نہ چاہو کہ دم نکل جائے

اردو شاعری میں اگر کسی کو ڈن کے قریب قریب کہا جاسکتا ہے تو وہ مرزا غالب ہیں اور کبھی کبھی لکھنوی شاعری کا چیستان بھی ڈن کی یاد دلاتا ہے لیکن یہ سچ

ہے کہ انگریزی شاعری میں ڈن کا تتبع کرنا شعراء کے لئے کار محال رہا' تاہم ٹی۔ ایس ایلیٹ کے مطابق ڈن کی سی تشبیہات عہد الزبتھ کے ڈرامہ نگاروں میں تلاش کی جاسکتی ہیں لیکن ہماری رائے میں ڈن کی شاعری میں اس کی مخصوص تشبیہات کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کا عشقیہ شاعری میں موجود ہونا بعض اوقات قاری کو چونکا دیتا ہے لیکن اس کی حیرتوں میں اسی قدر کمی ہوتی جاتی ہے جس قدر وہ اس کے زیادہ سے زیادہ کلام کا مطالعہ کرتا ہے اور اس کے مزاج سے آشنائی حاصل کرتا ہے۔

عہد الزبتھ میں ڈن کا معاصر استاد الشعراء Spenser عشقیہ شاعری میں ایک اہم مقام رکھتا تھا' نرم اور کومل جذبوں کا یہ شاعر محبتوں کے نغمے اپنی کمال شیرینی اور حلاوت سے الاپتا تھا اس کی موسیقیت کانوں میں رس گھولتی تھی۔ تشبیہات' مناظر فطرت اور مظاہر قدرت سے لے کر محبت کی بوقلمونیاں اور شیرینیاں تقسیم کرتا تھا اس کی نظم
"Fairy Queen" اور "Shepherd Calendar" اور "Epthalamiun" وغیرہ پڑھئے تو رنگ و نور کا ایک جہان دل و دماغ کو مسحور کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے از منہ وسطیٰ کی سحر انگیزیاں اور محبتیں اس کی شاعری کا طرہ امتیاز ہیں وہ عورت کو گوشت پوست کا پیکر نہیں گردانتا بلکہ کسی پرستان اور خیالستان کا باسی ظاہر کرتا ہے جس کی زلفوں کے سائے جنت گم گشتہ یاد دلاتے ہیں اور لب و رخسار کی جنت آباد کرتے ہیں عاشق کسی عجوبہ روزگار حسن کی تلاش میں جاں سے گزرنے کو تیار رہتا ہے جان جوکھوں میں ڈالتا ہے' بڑی بڑی مہمات سرانجام دیتا ہے۔ عہد الزبتھ کے دوسرے نظم نگار بھی اسی حسن کے دام

میں اسیر ہیں۔ Sidney ہو کہ Greene 'Lodge ہو کہ Peele سب کے سب اسی طرح کی حسن کی دیوی کے پجاری ہیں۔

اس حسن و زیبائی سے دھلی ہوئی شاعری میں ڈن کی آواز رنگ میں بھنگ ڈالتی دکھائی دیتی ہے اور قارئین سمجھ نہیں پاتے کہ اس کی شاعری کو کیا نام دیں اس کا اسلوب اور مواد دونوں ہی ان کی طبع لطیف پر گراں گزرتے ہیں لیکن وقت بڑے بڑے انقلاب پیدا کردیتا ہے اور حسن کو جنت خیالی سے نکال کر ارضی ملبوس عطا کر دیتا ہے اور یوں ڈن کی عشقیہ شاعری اپنا جائز مقام حاصل کرلیتی ہے۔



باب سوم

مذہبی شاعری

ڈن کی عشقیہ شاعری کی طرح اسکی مذہبی شاعری بھی انفرادی رنگ و آہنگ رکھتی ہے اس میں بھی ڈن کا مخصوص مزاج ہر مصرع میں جھلکتا ہے ڈن اپنے احساس کا بڑی خوبی سے اظہار کرتا ہے' ڈن کی عشقیہ شاعری میں ہم نے دیکھا کہ اس نے ایسا اسلوب اظہار اپنایا جس کی اس سے پہلے بہت کم نظیر ملتی تھی یہاں تک کہ قارئین کو اس کا اسلوب ایک آنکھ نہیں بھایا۔ پھولوں اور تتلیوں کے جہان میں بسنے والے مزاج نصف کروں اور پر کاروں کی دنیا سے سمجھوتہ نہ کرسکے۔ اسی طرح ڈن کی مذہبی شاعری میں ڈن کا مزاج اور اسلوب کسی طور بھی بدلا ہوا نظر نہیں آتا۔ اس کی طبیعت کی شوخی' ذہن کی چابکدستی' دوراز کار تشبیہات اور مماثلتوں کا استعمال استدلالیہ انداز ہر نظم کی روح رواں ہے لیکن اس کے باوجود خلوص و محبت کی کمی کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ عیسیٰ علیہ السلام سے عقیدت اور محبت' احساس گناہ' مغفرت کی توقع ہر نظم اور ہر شعر میں محسوس کی جاسکتی ہے وہ کہیں بھی فرقہ پرستی کا علمبردار نظر نہیں آتا بلکہ تثلیث کے پرچم کو سربلند کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہیں کہیں اس کے ذہن میں ابہام ضرور پیدا ہوتا

ہے لیکن یہ اسکی شاعری کا غالب پہلو نہیں' عشقیہ نظموں کی طرح ان نظموں میں بھی اسکی ذات کا ڈرامہ ہی دیکھنے کو ملتا ہے' وہ اپنے خدا سے عرض گذار نظر آتا ہے موت کے خوف کو ہر صورت کم کرنے کی کوشش میں سرگرداں دکھائی دیتا ہے اور بظاہر وہی تضاد کی سی صورت بھی دکھائی دیتی ہے مگر بغور مطالعہ سے نظموں میں ایک فکری وحدت کا تاثر ابھرتا ہے اس ضمن میں ایک اور بات بہت اہم ہے کہ ڈن کے ہاں تجربے کی وحدت دکھائی دیتی ہے وہ اپنی عشقیہ شاعری کی بوالہوسیوں پر پردہ ڈالتا دکھائی نہیں دیتا۔ ان تمام عناصر کا ذکر ہم کچھ دیر بعد قدرے تفصیل سے کریں گے۔

جیسا کہ ڈن کے سوانحی خاکے میں وضاحت کی جاچکی ہے کہ ڈن کی ابتدائی تربیت کیتھولک پادریوں کے سپرد کی گئی لیکن وہ اس کے ذہن پر اپنے اثرات مرتسم نہ کرپائے۔ ڈن کا لڑکپن لندن کی رنگینیوں میں صرف ہوا اور اس کے بے مہار جذبوں نے جانے کیا کیا گل کھلائے پریشان خیالی نے دل کا سکون برباد کرکے رکھ دیا اور وہ سکون دل کی خاطر ٹھکانے تلاش کرنے لگا اسے پہلا ٹھکانہ این مور کی آغوش میں نظر آیا لیکن اس طرح کہ دنیاوی کروفر کے سارے خواب منتشر ہو کر رہ گئے اور اسے مادی ضروریات کے لئے جانے کیا کیا مسائل جھیلنے پڑے جوں جوں مادی ضروریات بڑھتی گئیں اس کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ اسے کلیسا نے آواز دی لیکن وہ لبیک نہ کہہ پایا شاید اسے احساس گناہ نے گنگ کردیا تھا یا پھر بیرون کلیسا کی دلکشیاں ابھی اس کی آنکھوں کے سامنے جلوہ گر تھیں تاہم کثیر العیالی نے اسے کہیں کا نہ چھوڑا۔ ۱۶۱۱ء اور ۱۶۱۲ء میں ایک انتہائی متموّل باپ Robert Drury کی جواں سال دختر الزبتھ کی وفات سے متعلق

اس نے دو نظمیں لکھیں جن کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے ڈن نے لڑکی کو دیکھا تو نہیں تھا لیکن اس نے کچھ اس انداز سے نظمیں لکھیں کہ Rabert Drury کے دل میں گھر کرلیا اور اپنی کچھ مادی مشکلات پر قابو پالیا۔ ان نظموں میں زندگی کی بے ثباتی کا خوب خوب ذکر کیا گیا ہے اور روح کی لا فانیت پر روشنی ڈالی گئی اس جہان فانی کے مقابلے میں ابدی دنیا کا ذکر بڑی دلسوزی سے کیا ہے۔ ان میں مبالغہ سہی لیکن ان نظموں سے ڈن کے لاشعور کا مطالعہ کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے بہر حال آہستہ آہستہ آزاد منش انسان راسخ العقیدہ مسیحی بنتا ہوا دکھائی دیتا ہے اگرچہ یہ عمل نہایت تدریجی مراحل سے گزرا اس کی پوری کوشش رہی کہ وہ مادی ضروریات کے حصول کی خاطر مذہب کا سہارا نہ لے اور اس طرح کسی موقع پر بھی اس نے دربار کی توجہ اپنی طرف کھینچنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا' شادی بیاہ پر نظمیں کہیں۔ امراء کو خوش کرنے کی کوشش کی لیکن ایک طرف تو کثیر العیالی نے اسے دم لینے نہ دیا اور دوسری طرف وقفے وقفے سے بیماری نے اس کے رہے سہے حوصلوں کو کاری ضرب لگا دی۔ ۱۶۱۵ء میں وہ چرچ سے منسلک ہوگیا۔ ۱۶۲۱ء میں Divinity Reader چن لیا گیا اور اگلے سال این مور بھی اسے داغ مفارقت دے گئی جس کی موت سے متعلق اسکی ایک Sonnet اس کی ذہنی کیفیت کو بڑی خوبصورتی سے بیان کرتی ہے۔ اس Sonnet میں ڈن نے صاف صاف وضاحت کی ہے کہ این مور کی محبت نے اسے خدا سے محبت کرنا سکھایا اور اس طرح اس کی محبت اسے اور بھی خدا کے قریب لے آئی اور اس طرح مذہب سے اس کا رشتہ مکمل طور پر استوار ہوگیا اور زندگی کی بے ثباتی ایک حقیقت نظر آنے لگی۔ ڈن اپنی مذہبی نظموں میں

زیادہ تر ان مصائب اور آلام کا ذکر کرتا ہے جو اسے زندگی میں درپیش تھے علاوہ ازیں وہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ان سے متعلق بہت سے واقعات کو بھی اپنی شاعری کا موضوع بناتا ہے لیکن ان تمام واقعات کو وہ اپنے مخصوص اسلوب میں بیان کرتا ہے زندگی کے اسرار و رموز کو محسوس کرنا چاہتا ہے اور اس کوشش میں سرگرداں دکھائی دیتا ہے کہ وہ اشیاء کی پراسراریت کو اپنے دل پر وارد کرلے لیکن خرد کا دامن یہاں بھی نہیں چھوٹتا۔ بہت سی نظموں میں حقیقی جذبات موجود ہیں لیکن ذکاوت کا گہرا رنگ دکھائی دیتا ہے اور وہ جذبوں کو ذہن کے حوالے سے سمجھنا چاہتا ہے بہرکیف کہیں کہیں اس کے ذہن میں کشمکش صاف دکھائی دیتی ہے وہ کلیسائی مناقشات میں بھی نہیں پڑنا چاہتا' وہ چاہتا ہے کہ ذہن پاک ہو' حقائق کی روشنی سے ذہن منور ہو اور دل کو ایک نئی سمت مل جائے۔ ڈن ایک پر پیچ شخصیت کا مالک تھا اس لئے اس کی مذہبی شاعری میں بھی اس کی پر پیچ شخصیت کو صاف صاف محسوس کیا جاسکتا ہے اور اسے کسی اعتبار سے بھی کسی خاص خانے میں فٹ نہیں کیا جاسکتا۔ اسکی مذہبی نظموں میں بھی اسکی روح اور جسم کا ڈرامہ موجود ہے۔

ڈن کی مذہبی شاعری پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے تاکہ بیان کردہ خصوصیات کی عملی شکل پیش کی جاسکے اور کچھ اسکے اسلوب سے بھی آشنائی ہوسکے۔ Holy Sonnets میں پہلی ہی Sonnet ہماری توجہ اپنی طرف کھینچتی ہے۔ شاعر اپنی عشقیہ شاعری کی طرح Sonnet کا آغاز تخاطب سے کرتا ہے اور ایک خوبصورت دلیل کے ذریعے اپنی لافانیت کو پیش کرتا ہے۔

"Thou hast made me, and shall thy work decay?
Repair me now ...."

تو نے مجھے بنایا ہے تو پھر تری تخلیق کس طرح برباد ہو سکتی ہے اس لئے تجھے میری مدد کرنی چاہئے۔ شاعر ملتمس ہے کہ خدا اسکی مدد کرے کیونکہ اس کا انجام بہت قریب ہے وہ موت کی طرف دوڑ رہا ہے اور موت اسکی طرف۔ ذرا غور کیجئے کہ کتنی عمدہ تصویر ذہن پر ابھرتی ہے اور موت اپنے پورے بھیانک پن کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔

"I run to death' and death meets me as fast"

شاعر محسوس کرتا ہے کہ اسکی تمام خوشیاں ختم ہو چکیں وہ اپنی آنکھوں کو کسی سمت اٹھا نہیں سکتا کیونکہ مایوسی اور موت نے اسے آگھیرا ہے اور اس کا کمزور جسم پگھلا جارہا ہے کیونکہ اس جسم میں گناہ موجود ہے جو اسے جہنم کی طرف کھینچے جارہا ہے لیکن خدا سر پہ ہے اور شاعر کے ڈوبتے دل کے لئے یہی ایک سہارا ہے۔

"Only thou art above, and when towards thee,
By thy leave I can look I rise again."

یہاں یہ عقیدہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کے فضل کے بغیر اس کی طرف نگاہ اٹھانا بھی ممکن نہیں۔ شاعر شیطان کا ذکر کرتا ہے اور اسے ایک انتہائی زیرک دشمن قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے اس کا دل فولاد کا ہو چکا ہے لیکن خدا کا مقناطیسی رحم اسے اپنی طرف کھینچ سکتا ہے ایک اور Sonnet میں وہ اپنی روح کو یوں خطاب کرتا ہے۔

"Oh my black soul! Now thou art summoned,
By sickness, death's herald and champion".

ڈن گناہ کے احساس سے ہمہ وقت پریشان دکھائی دیتا ہے وہ کہتا ہے۔

"I am a little world made cunningly,
Of elements, and an angelic sprite,
But black sin hath betray'd to endless night"

گناہ کا احساس اس وقت شدید ہو جاتا ہے جب اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ اب اسکی زندگی کے آخری دن ہیں لیکن اس احساس کو وہ اپنے مخصوص اسلوب میں پیش کرتا ہے۔

"This is my play's last scene, here heavens appoint
My pilgrimage's last mile;........
My span's last inch, my minute's latest point"

موت کی تصویر کو پھر ایک مخصوص انداز سے اس طرح پیش کرتا ہے کہ اسکی ہلاکت خیزی نمایاں ہو جاتی ہے۔

And gluttonous death will instantly unjoint,
My body, and soul."

لیکن پھر کہتا ہے کہ اسکی روح زندہ رہے گی اور آسمان میں چلی جائے گی۔ اسی طرح اپنی ساتویں Sonnet میں وہ قیامت کا منظر انتہائی اچھوتے انداز میں پیش کرتا ہے۔ اس کے خیال میں موت کچھ بھی نہیں محض ایک بہانہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاتا ہے' لافانی ہو جاتا ہے لیکن کبھی کبھی اس کے لبوں پر حرف شکایت بھی آتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اشرف المخلوقات کو تو جہنم کا خوف رہتا ہے لیکن بہائم اس سے مبرا ہیں۔

"If lecherous goats, if serpents envious,
Can not be damnd, alas! why should I be."

اس کا خیال ہے جو صورت بھی ہو انسان کو موت سے نہیں ڈرنا چاہئے موت تو بے معنی اور لا یعنی شے ہے کیونکہ ایک وقفہ ماندگی کے بعد دائمی بیداری ہے۔

"One short sleep past, we wake eternally,
And death shall be no more;death thou shalt die."

بعض ناقدین کا خیال ہے کہ لا شعوری طور پر ڈن کے ذہن پر موت کا خوف سوار ہے جسے وہ کم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ جگہ جگہ اپنے آپکو باور کراتا دکھائی دیتا ہے کہ موت کچھ بھی نہیں در اصل موت سے زیادہ وہ اپنے گناہوں سے خوفزدہ ہے اور پھر اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رحمت کے حوالے کردیتا ہے اور اسے یقین آنے لگتا ہے کہ اسے معاف کردیا جائے گا۔ وہ اپنی خوفزدہ روح سے یوں استدلال کرتا ہے۔

Mark in my heart; O soul, where thou dost dwell,
The picture of Christ crucified,and tell,
Whether that countenance can thee affright,
Tears in his eyes quench the amazing light,
Blood fills his frowns, which from his pierc'd
head fell".

اسی Sonnet میں وہ اپنے ماضی کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے۔

"No, no; but as in my idolatory,
I said to all my profane mistresses,
Beauty, of pity, foulness only is
A sign of rigour."

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ڈن اپنی جوانی کے تجربات کو دہرانے میں ذرا سی بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا۔وہ اپنے برے بھلے سب تجربات کو تسلیم کرتا ہے اور

اس طرح اسکی زندگی اور شاعری میں ایک وحدت نظر آتی ہے جس کی مثال کسی اور شاعر میں بہت کم ملتی ہے بہر کیف ڈن اپنے تثلیثی خدا کی طرف بھی اپنی نگاہیں اٹھائے رکھتا ہے اور اپنی چوذھویں Sonnet میں نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ مدد کا طلب گار ہے اور اپنے آپکو سخت سزا کا مستحق قرار دیتا ہے۔

"But knock, breath, shine and seek to mend;
That I may rise, and stand, overthrow me, and bend,
Your force to break, blow, burn and make me new."

یہاں ڈن فن کی معراج پر بھی ہے اور جذبے کی معراج پر بھی، فکر و فن کا یہ حسین امتزاج اسکی عظمتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ Sonnet پڑھتے جایئے ڈن کی ذہنی کیفیت اور روحانی عظمت واضح ہوتی چلی جائے گی، کہیں کہیں ڈن اپنے عہد کی فرقہ واریت سے نالاں دکھائی دیتا ہے۔ در اصل وہ ایک سچا مسیحی نظر آتا ہے اور فرقہ واریت سے نالاں دکھائی دیتا ہے اور خدا سے استدعا کرتا ہے کہ وہ اس کی راہنمائی کرے۔

" Show me, dear Christ, Thy spouse, so bright and clear."

ڈن کی مشہور نظم "Good Friday" اسکی ذہنی اور قلبی تصویر کو نہایت خوبصورت انداز میں پیش کرتی ہے وہ روح کو ایک کرے سے مماثل قرار دیتا ہے اور عبادت کو اس کا محرک قرار دیتا ہے لیکن بدقسمتی سے یہ کرہ کسی اور قوت سے حرکت پذیر ہونے لگا ہے اور پھر شاعر حضرت عیسیٰؑ کو مصلوب کئے جانے کا منظر انتہائی دلسوزی سے پیش کرتا ہے اور استدعا کرتا ہے۔

"Oh think me worth thine, anger, punish me,
Burn off my rusts and my deformity "

"A Hymn to Chirst"

میں ڈن کچھ اسی طرح کے خیالات کا اظہار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے عزیزوں کو چھوڑ رہا ہوں تو بھی اپنے کرم کا ہاتھ مجھ پر رکھ دے۔

"Seal than this bill of my divorce to all,
On whom those fainter beams of love did fall;
Marry those loves, which in youth scattered be
On fame, wit, hopes (False mistresses) to thee."

شاعر ایک بار پھر اپنی جواں سال یادوں کو دہراتا ہوا دکھائی دیتا ہے حقیقت یہ ہے خدا پر کیا منکشف نہیں وہ دلوں اور ذہنوں کے حال جانتا ہے اس سے کیا چھپانا اور جب اس سے پردہ نہیں تو بندوں سے کیا پردہ غالبا" ڈن کا یہ انداز صرف اسی سے مخصوص ہے کہ وہ جو کچھ محسوس کرتا ہے بیان کردیتا ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ وقفوں وقفوں سے ڈن پر بیماری کا حملہ ہوتا رہا اور جب بیماری اسے دبوچ لیتی تو وہ خدا کے قریب تر ہو جاتا لیکن شفا یاب ہونے کے بعد اسکی دنیاوی خواہشات اس پر غالب آجاتیں لیکن چرچ سے منسلک ہونے کے بعد یہ صورت حال ختم ہوگئی۔ ۱۶۲۳ء میں اس پر بیماری نے ایکبار پھر حملہ کیا جو پہلے حملوں سے زیادہ شدید تھا اور یوں آگ ایسی بھڑکی کہ وہ راکھ ہونے لگا اور یوں اس نے اپنی زندگی کا آخری سفر شروع کردیا۔ وہ نظمیں جو اس نے بیماری کے دوران تحریر کیں اس کے فن کی معراج تصور کی جاسکتی ہیں اس نے ایک نظم "Hymn to God the Father" ۱۶۲۴ء میں تحریر

کی۔ اسے اسکی زندگی کا آخری باب کہنا چاہئے۔ اس نظم کے تین بندوں میں ندامت اور شرمندگی کا احساس بڑی شدت سے پیش کیا گیا ہے، وہ لکھتا ہے۔

"Wilt thou folgive that sin where I begun,
Which is my sin, though it were done before?"

یہاں ڈن عیسائیت کے اس مخصوص تصور کی طرف اشارہ کررہا ہے جو انسان کے وجود ہی کو سرے سے گناہ کا نتیجہ تصور کرتا ہے شاعر کہتا ہے اگر میرا یہ گناہ معاف کر بھی دیا جائے تو میرا ایک اور گناہ بھی ہے جس کا تعلق ان کوششوں سے ہے جو میں نے دوسروں کو گناہ پر اکسانے کے لئے کیں اور کچھ گناہ ایسے بھی ہیں جس سے وہ ایک سال یا دو سال بچ سکا لیکن پھر ان کا شکار ہوگیا اور اگر یہ گناہ بھی معاف ہو جائیں تو پھر خوف کا ایک گناہ بھی ہے یعنی یہ کہ اس کی مایوسی بھی ایک گناہ ہے اور اگر یہ معاف ہو جائے تو پھر وہ مطمئن ہو سکتا ہے۔

اپنی زندگی کے آخری سات سال میں اسکی قوتیں کم ہوگئیں اور وہ وعظ میں مصروف رہنے لگا اور مذہب کا سچا جذبہ اس میں بیدار ہوگیا۔ ۱۶۲۵ء میں اس نے خوبصورت مرثیہ "The Autumnal" تحریر کیا جس میں اس کے ذہن کا خوب اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس نے

Hymn to God, my God, in my Sickness"

میں زندگی کو الوداع کیا اور اس نظم کا اسلوب اس کی عشقیہ نظموں کی طرح دور از کار مماثلتوں سے بھرا ہوا ہے جیسا کہ تحریر کیا جاچکا ہے یہ نظم ڈن نے اپنی

وفات سے آٹھ روز قبل تحریر کیا۔

"Since I am coming to that holy room,
Where, with thy quire of saints for ever more
I shall be made thy music; as I come,
I tune the instrument here at the door
And what I must do Then think here before."

یہاں وہ اپنے طبیبوں کو **Cosmographers** سے اور خود کو **Map** سے تشبیہ دیتا ہے اور اپنی جنوب مغربی دریافت کا ذکر کرتا ہے اور پھر اسی طرح اپنے مخصوص اسلوب میں کہتا ہے۔

"Look lord, and find both Adams met in me;
As the first Adam's sweat surrounds my face,
May the last Adam's blood my soul embrace."

اور اس طرح ڈن اپنی زندگی کے طویل سفر کا اختتام کرتا ہے اور اپنی شاعری میں اپنے قلب و ذہن کی واردات کو بلا کم و کاست شعری پیکر میں ڈھال دیتا ہے۔

ڈن کی مذہبی شاعری انگریزی ادب میں بڑی ادبی اہمیت کی حامل ہے جس میں فن اور مذہب کے تقاضوں کو نہایت خوبصورتی سے نبھایا گیا ہے ڈن کہیں بھی خشک واعظ کا کردار ادا نہیں کرتا بلکہ اسکا وعظ اسکے قلب و روح کا تجربہ بن کر شعر کی صورت اختیار کرتا ہے لیکن جو قارئین اس کے مماثلتی انداز سے نالاں ہیں وہ اسکی مذہبی شاعری کو اس کی عشقیہ شاعری کی طرح غیر سنجیدہ تصور کرتے ہیں حالانکہ ایسا کرنے کا کوئی جواز موجود نہیں۔ ڈن انتہائی کرب کے عالم میں بھی وہی اسلوب اختیار کرتا ہے جو اسکی فطرت ثانیہ نظر آتا ہے کہا جاتا ہے کہ اسلوب شخصیت کا مماثل ہوتا ہے اس طرح ہم ڈن کے اسلوب کو اسکی شخصیت کا پرتو تصور کرسکتے ہیں اور پھر ہم کسی طور بھی اسکی مذہبی شاعری کو غیر سنجیدہ تصور نہیں کرسکتے۔

باب چہارم

ڈن ... مابعدالطبیعاتی شاعر؟

ڈن پر کوئی گفتگو مکمل نہیں سمجھی جاسکتی جب تک کہ اس امر کا تجزیہ نہ کرلیا جائے کہ جون ڈن مابعد الطبیعاتی شاعر تھا یا نہیں۔ اس سے قبل کہ ہم اس موضوع پر ناقدین کی آراء اور کلامِ ڈن کے مطالعے کی روشنی میں کچھ حقائق پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں یہ بات انتہائی اہم ہے کہ یہ جان لیا جائے کہ شاعری طبیعات و مابعد الطبیعات کے گہوارے ہی میں پروان چڑھتی ہے۔ شاعری کا تعلق بہر حال زندگی سے ہوتا ہے اور ہماری زندگی جسم و روح کے امتزاج سے عبارت ہے چنانچہ کوئی بھی شاعر یا ادیب ان دونوں پہلوؤں سے استفادہ کرتا ہے اور شعری تحریک حاصل کرتا ہے۔ ہومر سے لیکر ٹی ایس ایلیٹ تک یورپی شاعری کا مطالعہ کرلیجئے یا امیر خسرو سے لیکر فیض تک، رودکی سے لے کر بہار تک یا مشرقی و مغربی ادبیات میں ادب کی کسی تاریخ پر نظر ڈال لیجئے تو یہ حقیقت واضح ہوگی کہ روح اور مادہ دونوں نے فنکار کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا ہے حسیات اور ماورائے حسیات دونوں ہی شاعری کے لئے ضروری ہیں جہاں حقائق دنیاوی شاعر کو متاثر کرتے ہیں وہاں وہ چیزے دگر اور جہانے دگر سے بھی متاثر

ہوتا ہے اس انداز سے ہر شاعر طبیعاتی حقائق اور اس کے ساتھ ساتھ ما بعد الطبیعاتی تصورات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

لیکن مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ہم کسی شاعر یا ادیب کو ان دونوں میں سے ایک پہلو سے مخصوص کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس صورت میں ہمیں اپنے اس موقف کا کوئی جواز بھی تلاش کرنا پڑے گا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ اچھی شاعری متنوع ہوتی ہے اس میں زندگی کا ہر روپ اور ہر رنگ موجود ہوتا ہے اس میں دھنک کے سارے رنگ موجود ہوتے ہیں اس لئے کسی شاعر کے حوالے سے گفتگو کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ ہم اس کے ماحول،تعلیم و تربیت،اس پر مختلف اثرات،ناقدین کی اُسکے بارے میں رائے وغیرہ کا قدرے تفصیل سے تجزیہ نہ کریں۔ جون ڈن اور اس کے بعض معاصرین کو بعض ناقدین نے ما بعد الطبیعاتی شعراء لکھ دیا ہے دیکھنا یہ ہوگا کہ ایسے ناقدین کیا سچ مچ وہی کچھ کہہ رہے تھے جو انہوں نے کہا یا ان کا یہ سب کچھ کہنا محض ان کی طبیعت کا وقتی ترنگ ہے یہ بات بڑی اہم ہے کہ بعض افراد اور تحریکوں کے نام اسم با مسمّٰی نہیں ہوتے، وجہ تسمیہ کچھ اور ہوتی ہے اور پھر بعد میں اسے من و عن قبول کرلیا جاتا ہے تاکہ شناخت میں آسانی رہے۔ رومانی شعراء (انیسویں صدی کے ربع اول کے شعراء) ہی کو لے لیجئے انہوں نے کبھی اپنے آپ کو رومانی نہیں کہا تھا بلکہ وہ تو اس طرح کے جامد اور فرسودہ سانچوں کو ہی پاش پاش کردینا چاہتے تھے لیکن بہرحال انہیں رومانی کہا جانے لگا اور ایک گروہ کے طور پر تسلیم کیا جانے لگا۔ پروفیسر اسماعیل بھٹی نے اپنی کتاب "English Romantic Poets" میں اس تنقیدی سہو پر خوب

روشنی ڈالی ہے جس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔ اسی طرح اٹھارہویں صدی کے شعراء کو Augustan یا Neo- Classical کے طور پر یاد کیا جاتا ہے لیکن کیا وہ صحیح معنوں میں آگسٹن یا کلاسیکل تھے؟ بلکہ ان شعراء کے بارے میں میتھیو آرنلڈ نے یہاں تک کہا کہ وہ ہماری شاعری کے نہیں بلکہ نثر کے کلاسیک ہیں۔

ڈن کے حوالے سے سب سے پہلے اس اصطلاح کا استعمال ڈرائیڈن نے ۱۶۹۳ء میں کیا اور کہا کہ ڈن نہ صرف ہجویات میں بلکہ عشقیہ شاعری میں بھی ما بعد الطبیعات کا استعمال کرتا ہے لیکن اس نے اس امر کی وضاحت نہیں کی اور نہ ہی ما بعد الطبیعاتی شاعری کی تشریح کی اور نہ ہی ڈن کے کلام سے حوالے دیئے بلکہ یہ کہا کہ

"He perplexes the minds of fair sex with nice speculations of philosophy, when he should engage their hearts and entertain them with the softness of love"

Leish man اس خیال ہی سے متفق نہیں کہ ڈن صنف لطیف کے ذہن کو الجھاتا ہے اور یہ کہ اسے لطیف محبت سے ان کی ضیافت طبع کا اہتمام کرنا چاہئے۔ Leish man نے بڑی تفصیل سے واضح کیا ہے کہ ڈن کی شاعری کی کیا نوعیت ہے اس کے خیال میں ڈرائیڈن کے نزدیک محبت ایک ضیافت طبع کا اہتمام ہے یا یہ کوئی دل بہلانے کا ذریعہ ہے۔

Leish man کے نزدیک محبت ایک سنجیدہ عمل ہے اور ڈن اپنی سنجیدہ عشقیہ شاعری میں کسی طرح کی نظربازی یا عشق بازی میں مبتلا نہیں بلکہ وہ تو محبت کی نوعیت اور باہمی تعلقات کی حقیقت پر روشنی ڈال رہا ہے اس طرح ایسا

لگتا ہے کہ ڈرائیڈن نے ڈن کو ما بعد الطبیعاتی طنزاً" کہا کیونکہ اسے اسکی عشقیہ شاعری ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی کیونکہ ڈرائیڈن کا اپنا انداز مختلف تھا۔

بعد ازاں Johnson نے اپنی تصنیف "Lives of English Poets" میں Cowley پر ایک مضمون میں ڈن اور بعض دیگر شعراء کو ما بعد الطبیعاتی قرار دیا اور کہا

"They may be termed the metaphysical poets of whom in a criticism in the works of Cowley, it is improper to give some account."

جانسن نے بھی نہ تو مابعد الطبیعاتی شاعری کی تعریف کی ہے اور نہ ہی ڈن کے کلام سے اس کی مثالیں پیش کی ہیں۔ Helen Gardner نے اپنے مضمون "The Metaphysical Poets" میں جانسن کے اس نکتہ نظر پر یوں اپنے خیال کا اظہار کیا ہے کہ جانسن نے اپنے مضمون میں ڈن جیسے شعراء Metaphysical قرار دیتے وقت "May be Termed" کہا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان شعراء کو ما بعد الطبیعاتی نہیں سمجھتا تھا۔ C.S. Lewis نے اپنے مضمون

"Donne's love poetry in the sevententh century"

میں ڈن کی شاعری کے حوالے سے لکھا ہے کہ ڈن کی تشبیہات اور مماثلتوں میں دیو مالا، قانون، سائنس، فلسفہ اور عام زندگی سے استفادہ کیا ہے اور پھر وہ لکھتا ہے۔

"It is this that has given the metaphysicals their name and been much misunderstood."

وہ بہر حال ڈاکٹر جانسن سے اتفاق کرتا ہے کہ یہ شاعر اپنی علمیت دکھانے پر تلے ہوئے تھے لیکن Leish man اس سے اتفاق نہیں کرتا وہ کہتا ہے کہ ان کے ہاں علمیت کا اظہار کم اور ذکاوت کا اظہار زیادہ ہے اور یہ کہنا چاہئے کہ وہ اپنی ذکاوت کا اظہار کرنے کے لئے ہر وقت بے تاب رہتے تھے اس سے پہلے کہ ہم ان شعراء مشمول ڈن سے متعلق جانسن کے خیالات پر تفصیلی روشنی ڈالیں۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ یہ شعراء کون کون سے تھے۔ Grierson نے مندرجہ ذیل شعراء کا ذکر کیا ہے۔

John hopkins, Sir Henry Wotton, Aurelian, Townshend, William Habington, Sir John Suckling, Sir Francis Kynaston, Siddney Godolphin, John cleveland, Sir william Davenant, Richard lovelace, John Hall, Thomas Stanely, Abraham Cowley, Catherine Philips.

ٹی ایس ایلیٹ نے اس ضمن میں چند اور شعراء کا ذکر بھی کیا ہے جیسے

Crawshaw, Vaughan, Herbert, Marvell, Henry king,

ڈاکٹر جانسن ان شعراء کی مجموعی خصوصیات کچھ اس طرح بیان کرتا ہے وہ عالم تھے اور علم کا اظہار ان کی سب سے بڑی کوشش تھی شاعری لکھنے کی بجائے وہ قافیہ پیمائی کرتے تھے انہوں نے نہ تو زندگی کی اور نہ ہی فطرت کی نقالی کی' وہ ذکاوت کی تعریف پر بھی پورے نہیں اترتے وہ اپنے خیالات کے اظہار میں انفرادیت کو قائم رکھنا چاہتے تھے لفظیات کے استعمال میں بے پرواہی کا اظہار کرتے تھے ان کے خیالات اکثر نئے ہوتے تھے لیکن فطری نہیں وہ مختلف النوع نظریات کو جبرا" یکجا کرنا چاہتے تھے۔ فطرت اور فن کی مدد سے وہ اپنے خیالات'

تشبیہات اور تلمیحات پیش کرتے تھے۔ قاری ان کے خیالات سے متاثر ہوسکتا ہے مگر خوش نہیں ہوسکتا۔ وہ انسانی فطرت کے محض تماشائی تھے ان کی محبت گرویدگی سے عاری تھی اور ماتم غم سے اور ان کی خواہش تھی کہ وہ وہی کچھ کہیں جو ان سے قبل نہیں کہا گیا۔ ان کی ارفع (Sublime) اور درد انگیز (Pathetic) پر گرفت نہ تھی۔ اس طرح جانسن چند خصوصیات کا ذکر کرتا ہے۔ جن کے مطالعے سے اس کے خیالات کا علم تو ہوتا ہے لیکن یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ یہ شعراء ما بعد الطبیعات کی تعریف پر پورے اترتے ہیں کیونکہ یہ خصوصیات اسلوب کی ہیں نہ کہ موضوع کی جس پر جانسن نے بالکل توجہ مرکوز نہیں کی۔

اس ضمن میں کچھ مزید کہنے سے پہلے ٹی ایس ایلیٹ کی رائے پر قدرے روشنی ڈالنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس نے اپنے مضمون "The Metaphysical Poets" میں جانسن کے خیالات پر روشنی بھی ڈالی ہے اور اپنی رائے کا برملا اظہار بھی کیا ہے۔ ما بعد الطبیعاتی شعراء کے متعلق وہ صاف صاف لکھتا ہے۔

"The Phrase (metaphysical) has long done duty as a term of abuse, or as the label of a quaint and pleasant taste."

یعنی وہ کہتا ہے کہ ڈن اور اس کے ساتھیوں کے حوالے سے ما بعد الطبیعاتی لفظ ہمیشہ ناپسندیدگی کی اصطلاح کے طور پر استعمال کیا گیا ہے اور اسے ایک عجیب و غریب اور پسندیدہ ذوق کا عنوان قرار دیا جاسکتا ہے" وہ ان شعراء کو "So Called Metaphsicals" یعنی نام نہاد ما بعد الطبیعاتی کہتے ہوئے لکھتا ہے کہ سوال یہ ہے کہ کہاں تک ہم اس نام نہاد دبستان یا تحریک کو انگریزی ن

بڑی روایت سے انحراف قرار دے سکتے ہیں۔ وہ ان شعراء میں تشبیہات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ایسی تشبیہات تو

Shakespeare, Middleton, Webster, Tourneur.

وغیرہ میں بھی ملتی ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ جانسن کے خیال میں ان شعراء میں مختلف النوع خیالات کو جبراً اکٹھا کردیا جاتا ہے لیکن ایلیٹ اس سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ شاعر کا ذہن بظاہر دوراز کار تشبیہات کو اپنی ذہنی تنظیمی استعداد سے یکجا کر دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس قسم کی تشبیہات تو خود جانسن کی "The Vanity of Human Wishes" میں بھی ملتی ہیں اس کے خیال میں ان شعراء کی زبان سادہ اور خالص ہے لیکن جملوں کی ساخت سادہ نہیں اور یہ کوئی بری بات بھی نہیں۔ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شعراء احساسات اور خیالات سے بہت مخلص تھے ہاں بعض اوقات ان کی شاعری کا اثر کچھ سطحی سا لگتا ہے جانسن در اصل مابعد الطبیعاتی شاعری کی خامیوں کی وضاحت ہی نہیں کرسکا ہمیں چاہئے کہ سرے سے انہیں مابعد الطبیعاتی ہی نہ کہیں بلکہ یہ فرض کریں کہ یہ شعراء انگریزی شاعری کے فطری ارتقاء کا جزو لاینفک ہیں۔ ہمیں مابعد الطبیعاتی کا اسم صفت استعمال ہی نہیں کرنا چاہئے۔ ایلیٹ کے خیال میں ان شعراء نے حسیت کو ایک جامعیت دی جسے بعد میں ملٹن اور ڈرائیڈن نے تباہ کرکے رکھ دیا لیکن ان شعراء نے اسے خوبصورتی سے یکجا کیا۔ اگر یہ حسیت قائم رہتی تو کوئی بھی انہیں Metaphysical نہ کہتا کیونکہ قارئین کا ذوق انہیں قبول کرلیتا۔ ٹی ایس ایلیٹ کے خیال میں یہ غلط فہمی اس لئے پیدا ہوتی ہے کیونکہ اٹھارہویں

صدی میں جذبہ و فکر کی وحدت ختم ہو چکی تھی اور یہ حقیقت ہے کہ نام نہاد ما بعد الطبیعاتی شعراء نے اسے خوب خوب نبھایا۔ چنانچہ ایلیٹ کے خیال میں زیر نظر شعراء کو کسی صورت بھی ما بعد الطبیعاتی نہیں کہا جاسکتا بلکہ وہ تو انگریزی ادب کے ارتقاء کی اہم کڑی ہیں جسے اس کے خیال میں ملٹن اور ڈرائیڈن نے نقصان پہنچایا۔ در اصل ان شعراء کو ما بعد الطبیعاتی کہنے والوں کے ذہن میں ان کی عجیب و غریب مماثلتیں ہیں جو بظاہر مماثلتیں ہی محسوس نہیں ہوتیں۔ Leish man کے نزدیک یہی وجہ ہے کہ نا پسندیدگی کے اظہار کے طور پر انہیں مابعد الطبیعاتی کے نام سے پکار لیا جاتا ہے اس کے خیال میں ان کی شاعری میں علم کی ہر شاخ سے استفادہ کیا گیا ہے استدلالیہ انداز اور علم الکلام کا انداز اپنایا گیا ہے۔

بہرکیف Grierson ایسا نقاد ہے جس نے بیسویں صدی کے اوائل میں ڈن کی شہرت کے احیاء میں گرانقدر اضافہ کیا۔ اس کی نظموں کو شائع کیا اور اس کے کلام سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اس نے ڈن کو ما بعد الطبیعاتی شاعر تسلیم کیا ہے۔ تاہم Grierson نے مابعد الطبیعات کی جو توضیح کی ہے ڈن کی شاعری اس پر پوری نہیں اترتی۔ اس کے مطابق مابعد الطبیعاتی شاعری کائنات کے فلسفیانہ تصور اور وجود کے ڈرامہ میں انسانی روح سے بحث کرتی ہے ------ اب اگر ڈن کی شاعری پر ایک نظر ڈالی جائے تو اس کی شاعری میں یہ عناصر اگر ہیں بھی تو اسی قدر جس قدر کہ کسی اور شاعر میں ہوسکتے ہیں ایسے عناصر کہیں کہیں Shelley 'Words worth اور یہاں تک کہ Keats کی شاعری میں بھی تلاش کئے جاسکتے ہیں لیکن ہمیں کہیں بھی یہ احساس ...

کہ ڈن شعوری طور پر فطرت اور اشیائے فطرت پر غور کررہا ہو جیسا کہ ہمیں Milton کی Paradise Lost میں یا Pope کی Essay On Man یا Tennyson کی In Memoriam میں دکھائی دیتا ہے اس نے کہیں کلیسائی اصولوں پر بحث نہیں کی اور نہ ہی کسی اور کائناتی مسئلے کو چھیڑا ہے حقیقت یہی ہے کہ مابعد الطبیعات کی اصطلاح کو اسلوب کے حوالے ہی سے طنزاً" ڈن سے منسوب کیا گیا ہے اور اس کے تشبیہاتی اور محاکاتی نظام کو حدف تنقید بناتے ہوئے کہا گیا ہے۔ تشبیہات میں ایک پہلے سے مسلمہ تعلق ہوتا ہے لیکن ڈن کی تشبیہات میں ایک منطقی تعلق ہے جذباتی اور حسیاتی نہیں۔ وہ مجرد کو ٹھوس کے ساتھ اور اعلیٰ کو ادنیٰ کے ساتھ' دور کو نزدیک کے ساتھ کچھ اس طرح ملا دیتا ہے کہ قاری چونک سا جاتا ہے اس کی تشبیہات ذہن کو تو چونکاتی ہیں مگر جذبے کو بظاہر تحریک نہیں دیتیں کیونکہ ڈن ایسی تشبیہات استعمال نہیں کرتا جن پر شاعری کی بنیاد رہی تھی۔ Bennet کے نزدیک ڈن کی شاعری میں آواز اور تصویر کو کوئی اہمیت نہیں ملتی اور اس کے ہاں تمام بول چال کے الفاظ تو ملتے ہیں لیکن ان کا استعمال اچھوتا ہے اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ڈن حقیقی معنوں میں مابعد الطبیعاتی شاعر نہیں بلکہ Dryden اور Johnson نے اس کو ایسا کہہ کر آئندہ کے لئے راہ کھول دی ہے اور تساہل پسند ناقدین نے اس اصطلاح کو چل سو چل کے مصداق استعمال کرنا شروع کردیا۔ بہرحال Grierson دلیل پیش کرتا ہے کہ ڈن ایک مابعدالطبیعاتی شاعر ہے کیونکہ وہ علم الکلام استعمال کرتا ہے اور تجربے میں ایک گہری دلچسپی رکھتا ہے اور محبت اور مذہب کے بارے میں نئے [illegible] سے غور کرتا ہے۔

یہاں ہم ایک اور نقاد Jack Dalglish کی رائے پیش کرتے ہیں وہ اپنی تصنیف Eight Metaphysical Poets میں رقم طراز ہے۔

> "First we may ask why are these poets called metaphysicals?
> The term derives from a comment of Dryden and it has stuck; but it is misleading, a metaphysical poet in the true sense would be one whose work expressed a systematised and coherent philosophical or theological view of things: a poet such as Lucretius, Dante or Milton"

نقاد نے صاف صاف وضاحت کر دی ہے کہ ڈن اور اس کے ہم خیال شعراء کو ما بعد الطبیعاتی قرار دینا گمراہ کن ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ ما بعد الطبیعاتی شاعر وہ ہوتا ہے جس کے کلام میں اشیاء کے متعلق کوئی منضبط اور منظم فلسفیانہ یا مذہبی نقطہ نظر موجود ہو۔ جیسا کہ لیو کریٹس' دانتے اور ملٹن میں ہے۔

ان تمام آراء سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ ڈن کو ما بعد الطبیعاتی شاعر قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔

ہم کئی حوالوں سے ڈن کے کلام پر بحث کر آئے ہیں ہم نے ڈن کی عشقیہ شاعری پر بھی ایک نظر ڈالی ہے۔ جس میں عشق سے متعلق بے باکی سے بہت کچھ کہا گیا ہے۔ ڈن نے عشقیہ جذبات سے متعلق نظری اور فکری منافقت سے کام نہیں لیا۔ اس نے جو کچھ محسوس کیا کہہ ڈالا۔ محبت کو محض مجرد تجربہ بنا کر پیش کرنے کی بجائے ایک زندہ حقیقت کے طور پر پیش کیا۔ جسم و روح کے تقاضوں کو ہم آہنگ کیا۔ نسوانی متلون مزاجیوں کو ہدف تنقید بنایا لیکن جب اسے اس کی منزل مل گئی اس نے اپنی محبت پالی تو دو ذہنوں کی ہم آہنگی کے لا

فانی نغمے تحریر کئے اور اس سب عمل میں اس کی عشقیہ شاعری کہیں بھی ما بعد الطبیعاتی ثابت نہیں ہوتی۔ بھلا سوچئے کہ Grierson نے خود اس کی شاعری کو جن تین پہلوؤں سے دیکھا ہے یعنی ازدواجی، عشقیہ اور طنزیہ، کس طرح ما بعد الطبیعات کے ذیل میں آسکتے ہیں اس کی نظم "The Good Morrow" سوائے ذہنوں کی ہم آہنگی کے اور کیا بتاتی ہے "The Sun Rising" اور اسی طرح کی وہ نظمیں جن کو Leish man نے ایک رنگ کی کہا ہے۔ یہی کچھ ہمارے سامنے لاتی ہیں۔ یہی حال اس کی طنزیہ شاعری کا ہے جہاں محبوبہ بے وفا ہے بے اعتبار ہے ناقص العقل ہے فارغ الذہن ہے محبت کے قابل نہیں ایک ایسا موضوع ہے جس کی مثالیں مشرقی شاعری میں افراط سے ملتی ہیں۔

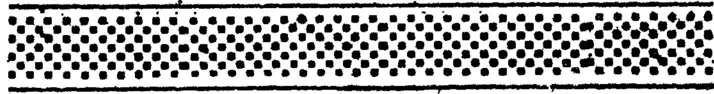
اور یہ سب عنوانات فکری اعتبار سے ما بعد الطبیعاتی شاعری کے ذیل میں نہیں آسکتے۔

اسی طرح اس کی مذہبی شاعری جو ما بعد الطبیعاتی ہوسکتی تھی ہر گز نہ ہوسکی کیونکہ ڈن کا مزاج کسی طور بھی ما بعد الطبیعاتی نہ تھا۔ وہ تو ایک پرلے درجے کا حقیقت پسند تھا اور اسے اگر کہیں سکون ملتا تھا تو وہ حقائق کی دنیا میں۔ یہ درست ہے کہ وہ کلیسا سے باہر باوجوہ سکون دل حاصل نہ کرسکا اور اسے کلیسا کی آغوش ہی میں راحت جاں حاصل ہوسکی پھر بھی اگر مذہبی شاعری میں اس کے موضوعات پر غور کیا جائے تو عشقیہ شاعری کے ڈن اور مذہبی شاعری کے ڈن میں کوئی خاص امتیاز نظر نہیں آتا۔ جیسا کہ ڈن کی مذہبی شاعری کے حوالے سے قدرے تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے کہ اس کی مذہبی شاعری کے عمومی عنوانات اس کی اپنی ذات ہی سے متعلق ہیں وہ اپنی گناہگاری کے احساس میں

پگھلا جاتا ہے اور بار بار تثلیث کی آغوش میں پناہ تلاش کرتا ہے اور اپنے ذہن کو باور کراتا ہے کہ وہ جس نے اپنے دشمن کو بھی معاف کر دیا وہ اسے سپرد جہنم نہیں کرسکتا اور یہ کہ وہ تو خود اسی کی تخلیق ہے جس نے سب کچھ بنایا تو وہ اسے کس طرح تباہ و برباد کرے گا۔ وہ موت سے خائف نظر آتا ہے مگر لافانیت کا تصور اسے سکون دیتا ہے' ان موضوعات پر لکھنے والا شاعر بھی کسی طور مابعد الطبیعاتی شاعری کے ذیل میں زیر بحث نہیں آسکتا۔

جہاں تک اس کی ہجویات کا تعلق ہے جو ۱۵۹۰ء اور ۱۶۰۱ء کے درمیان لکھی گئی ہیں میں بھی وہ مابعدالطبیعاتی متصور نہیں ہوسکتا۔ یہ ہجویات اس کی جوش جوانی کی یادگار ہیں جس میں وہ پادریوں کی مکاری اور نخوت کو نشانہ بناتا ہے۔ قانون دانوں اور احمقوں کا مذاق اڑاتا ہے اور کبھی کبھی وعظ و نصیحت سے بھی کام لیتا ہے۔ Leish man کے نزدیک اگرچہ اسے ہجویات کا شاعر اول تو نہیں کہا جاسکتا لیکن وہ اس صنف میں پہلی اہم آواز ضرور ہے۔ وہ ان ہجویات میں پڑھے لکھے نوجوانوں کی طرح پرانے ادبی نظریات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ ادب کے ٹھیکیداروں کو اپنے پرانے انداز چھوڑ دینے چاہئیں اور حقائق سے آنکھیں چار کرنی چاہئیں۔ یہ ایک طرح کی بغاوت ہے جو دربار کے تصنع کے خلاف بھی ہے اور زندگی کے کھوکھلے اصولوں کے خلاف بھی۔ ان ہجویات میں وہ بول چال کی زبان استعمال کرتا ہے اور ان کا انداز ایسا ہے جسے ڈن کے شروع کے دنوں کا انداز کہا جاسکتا ہے جب اس میں پختگی فکر و نظر پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح اس کے ۲۰ مرثیوں میں ایک طنزیہ انداز موجود ہے اور ذکاوت بھی اور وہ ایک شہری ثقافت کی پیداوار نظر آتے ہیں اس طرح ہم

دیکھتے ہیں کہ ڈن کے اس دور میں بھی اس کے یہاں مابعد الطبیعاتی انداز نہیں۔ اس دور میں تو ایسا ممکن تھا بھی نہیں کہ وہ لندن کی رنگ رلیوں میں کھویا ہوا تھا اور زندگی کا تمام حسن اور زیبائی سمیٹ لینا چاہتا تھا اس طرح یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ ڈن بنیادی طور پر ایک نئی آواز تھا جس کا لب و لہجہ اور رنگ و آہنگ اسکا اپنا تھا۔ جس نے فکر و ادب کے بے جان بتوں کو پاش پاش کیا اور دھڑکتی ہوئی زندگی کے بت عشوہ گر کی پوجا شروع کردی۔ جس نے اسے سکون تو نہیں دیا لیکن وہ خوش تھا کہ وہ وہم وگمان کے لات و منات کو پاش پاش کرنے میں کامیاب ہوا جب اسے محبت نے اپنی پناہ میں لے لیا تو زندگی کا عفریت اس کے ارد گرد منڈلانے لگا، مسموم ہوائیں اس کے گلشن حیات کو پژمردہ کرنے لگیں، بیماری اور کثیرالعیالی نے اس کی کمر توڑ دی اور اس نے کلیسا کے دروازے پر دستک دی اور اس میں داخل ہوگیا اور دن دگنی رات چوگنی ترقی کی لیکن وہ ڈن جس نے فکر و ادب کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا کردیا تھا ابھی خاکستر نہیں ہوا تھا' اس کی ذکاوت' حاضر دماغی' ذہنی پھرتی اب بھی اس کے ساتھ تھی اور وہ خدا سے بھی اسی طرح مخاطب ہو سکتا تھا جیسے اپنی محبوباؤں سے۔ یہ تھا وہ ڈن جسے یاروں نے مابعد الطبیعاتی بنا کر رکھ دیا۔



حرفِ آخر

ڈن کی شاعری کا مجموعی تاثر بظاہر نا پسندیدہ سہی لیکن اس کے مطالعے کے لئے تربیت ذوق کی ضرورت ہے۔ ایسا ذوق جو جوش و جذبہ کے ساتھ ساتھ عقل و خرد سے بھی بغل گیر ہوسکے جو زبان کو پھلتے پھولتے دیکھ سکے اور جسے انفرادی ذہانت کی تعریف اور توصیف کرنے کی صلاحیت حاصل ہو۔ ڈن کا لب و لہجہ' رنگ و آہنگ اور اسلوب اظہار اسکی سیمابی اور انقلابی شخصیت کا آئینہ دار ہے۔ وہ شاعر جو پٹرارک اور سپنسر کے قائم کردہ اسلوب کو نہ اپنا سکا اور جس نے اظہار کی نئی جہتیں تلاش کیں وہ اگرچہ بن جانسن کے لئے گردن زدنی تھا لیکن دنیا کا بہت بڑا شاعر بھی تھا۔ بن جانسن نے یہ بات سولہویں صدی میں کہی لیکن ہم بیسویں صدی میں بھی اس میں کوئی زیادہ ترمیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ وہ بہر طور بعض لحاظ سے دنیا کا ایک بڑا شاعر تھا یہ درست ہے کہ اس پر بد ذوقی کا الزام لگایا گیا لیکن اسے عہد الزبتھ کے سونٹ نگاروں سے کبھی اتفاق نہ ہوسکا اور وہ روایت کو ایک مقدس شے سمجھ کر قائم نہ رکھ سکا اسے جاگیرداری اقدار سے بھی کوئی ہمدردی نہ ہو سکی' یہ درست ہے کہ ازمنہ وسطیٰ کا احساس گناہ اور خوف مرگ بڑی حد تک اس پر طاری رہا لیکن نشاۃ ثانیہ کے آفتاب جہاں تاب نے اس کے ذہن نے افق کو بھی روشن کیا اور اس نے بندھی ٹکی بحور اور جامد و

ساکت شاعری کے پیمانوں کو ترک کردیا۔ یہ نئے شعور اور آگہی کا ہی نتیجہ تھا کہ اس نے مروجہ لفظیات میں بھی بڑی تراش خراش کی اور اپنی نئی بحور اختراع کیں۔ اس عہد کے ڈرامہ نگاروں کی طرح اس نے آزادہ روی سے کام لیا اور شاعرانہ تن آسانیوں کو خیرباد کہہ کر اسے چونکا دینے والی شے بنا دیا اور پھر اس طرح کی موشگافیاں کیں کہ خفتہ ذہنوں کو بیدار ہونا پڑا اور بعض اوقات تو پڑھنے والوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے اور بعض ناک بھوں چڑھانے لگے۔ یہ بھی کوئی شاعری ہے' تف! خدا کی پناہ -------- لیکن ڈن تھا کہ لکھتا چلا گیا جیسے اسے قارئین کو چڑا کر لطف آرہا ہو یا شاید یہ اس کی اپنی فطرت ثانیہ تھی جو اسے ایسی موشگافیوں پر مجبور کئے دیتی تھی لیکن اس کے باوجود اس کی شاعری میں تغزل کی کمی نہیں جہاں کہیں بھی اسے کہیں محسوس کرنے والا دل ملا تو اس کی شاعری کانوں میں رس گھولنے لگی اور روحانی نغمے الاپنے لگی۔ تغزل عشقیہ شاعری کا جزو لاینفک ہے اور ڈن کی شاعری میں اسکی کمی نہیں لیکن اس کا تغزل لفظی طوطے مینا نہیں بناتا چیختا چلاتا بھی ہے ڈانٹتا ہے اور ڈانٹ برداشت بھی کرتا ہے یہ عہد الزبتھ کا انوکھا شاعر آج بھی انوکھا لگتا ہے اور یہی اس کی عظمت کا راز ہے۔

ڈن پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ فراری شاعر تھا اسے اپنے عہد کی تبدیلیوں سے کوئی سروکار نہ تھا اور وہ یہ کہہ سکتا تھا۔

"Let sea-discoverers to new worlds have gone,
Let maps to other, worlds on worlds have shown,
Let us possess one world, each hath one, and is one"

اسے تو ایک چھوٹا سا کمرہ ہی کائنات دکھائی دیتا تھا اور وہ کہہ سکتا تھا۔

She is all states and all princes, I,
Nothing else is"

گویا اس کے نزدیک جہان محبت کے سوا کوئی اور جہاں تھا ہی نہیں لیکن اگر ڈن کی ہجویات، مرثیوں اور مذہبی نظموں کا مطالعہ کیا جائے تو یہ تاثر بہت کم ہو جاتا ہے۔ وہ زندگی کے مسائل پر غور کرتا ہے، اپنے عہد کی کثافتوں اور مکاریوں کا پردہ چاک کرتا ہے اور زندگی کے دکھوں کا اظہار کرتا ہے وہ روح کی لافانیت کا قائل ہے اور اسے کردار کی کمزوریوں کا پورا پورا احساس ہے حقیقت یہ ہے کہ جہان کا ٹھکرایا ہوا شخص معاشی مسائل میں گھرا ہوا فرد اگر محبت میں کوئی سکون حاصل کر لیتا ہے تو اسے فراری کہنا چنداں درست نہیں۔ میتھیو آرنلڈ جیسا بیدار مغز، شاعر و نقاد اپنی نظم "Dover Beach" میں محبت ہی کا سہارا لینا چاہتا ہے چنانچہ ہم ڈن کو زندگی سے لاتعلق قرار نہیں دے سکتے جیسا کہ تحریر کیا جاچکا ہے کہ ڈن نشاۃ ثانیہ کے تقاضوں سے خوب واقف تھا اور اسی کے زیر اثر اس نے انفرادیت کی راہ اپنائی اور اپنی شاعری میں علم و دانش کو جگہ دی لیکن علم و دانش ہی کا اظہار اس کا مدعا نہ تھا بلکہ Leish man کے نزدیک اگر کہا جائے کہ ذکاوت کا اظہار اس کا مدعا تھا تو زیادہ غلط نہ ہوگا لیکن ہماری رائے میں ذکاوت برائے ذکاوت ڈن کی بہت کم نظموں میں دکھائی دیتی ہے جن کا حوالہ دیا جا چکا ہے حقیقت یہ ہے کہ اول تو ذکاوت اس عہد کا مزاج تھی شیکسپیئر ہی کو لے لیجئے اس کے ہر ڈرامے میں ذکاوت کا برملا اظہار ہوا ہے کیونکہ عہد الزبتھ کے قارئین اور ناظرین اسے پسند کرتے تھے۔ King Lear میں Fool

Twelfth Night میں Feste' "As you Like it میں Touch Stone اسی خواہش کا اظہار کرتے ہیں اور پھر شیکسپیئر کے ڈراموں ہی میں مختلف کرداروں کے درمیان مکالمے اسی امر کی غمازی کرتے ہیں۔

Rosalind اور Orlando ' Benedic اور Beatrice

اور اسی طرح Portia' Hamlet وغیرہ سے بالا صرف یہی ظاہر کرتے ہیں کہ ذکاوت اس عہد کی طبیعت کا تقاضا تھی شیکسپیئر کا کوئی ڈرامہ اس سے خالی نہیں لیکن یہ بھی سچ ہے کہ شیکسپیئر میں ذکاوت نہیں کہیں ہے لیکن ڈن کے حوالے سے وہ ذریعہ ہے جو اسے جذب و ادراک کے پیمانے عطا کرتا ہے۔ اس کی تشبیہات' بظاہر متضاد دلائل' ڈرامائی انداز اسی امر کے غماز ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈن کی ذکاوت اتنی حیران کن ہے کہ اسے اس کی فکر کا ایک معجزہ قرار دیا جاسکتا ہے اور اسی کے ذریعے وہ لکڑیوں کے بغیر آگ جلا سکتا ہے اور اینٹوں کے بغیر ایک بڑی عمارت کھڑی کرسکتا ہے گویا اس کی یہ تشبیہات ایسے دو پتھر ہیں کہ جنہیں ٹکرائیے تو شعلہ بھڑک اٹھتا ہے اور اس کے بعد پتھر صرف پتھر رہ جاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ڈن ایک عہد ساز شاعر تھا اس نے جہاں جذبوں کی آبیاری کی وہاں فکر کے نئے چراغ بھی روشن کیئے۔ ڈن کا مطالعہ نہایت دل خوش کن اور علم افزاء ہے اسی حقیقت کو ٹی ایس ایلیٹ نے "Unified Sensibility" قرار دیا ہے۔ کسی نے ڈن اور اس کے ہم خیال شعراء کے بارے میں کیا خوبصورت بات کی۔

"The metaphysical poets often succeed in stumbling upon some conceits which reveal a fresh intuition into the heart."

Grierson لکھتا ہے

"Donne's treatment of love is entirely unconventional except when he chooses to dally half ironically with the convention of Petrarchian adoration."

بہرحال ڈن کا مطالعہ تسکین دہ ہے اگرچہ اس کے لئے ایک مخصوص ذوق کی تخلیق از بس ضروری ہے۔ حرف آخر کے طور پر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ڈن نے محبت کی دنیا کے زمین و آسمان کو وسیع تر کردیا اور مذہبی شاعری کو گناہ گار اور شرمندہ انسان کی روح کی پکار بنا دیا اور اس نے سولھویں صدی میں اتنی عظیم شاعری کی کہ جوں جوں وقت گزرتا چلا جارہا ہے اس کی نت نئی جہتیں دریافت ہوتی چلی جارہی ہیں. یہی زندہ شاعری کا طرہ امتیاز ہے۔



کتابیات

1. Lives of the English Poets — Dr Johnson
2. Five Metaphysical Poets. — John Bennot.
3. Eight Metaphysical Poets — Jack Dalglish
4. Metaphysical Lyrics and Poems of 17th Century = — H.J.C.Grierson
5. Poems by John Donne Edited with an Introduction = — Hugh Fausset
6. John Donne — J.W.Gransden
7. The Monarch of Wit — J.W Leishman.
8. The Metaphysical and Milton — E.M.W.Tillyard
9. John Donne (Twentieth century views) — Edited by Helen Gardner

10. A Critical History of Eniglish Literature. — David Daiches
11. The metaphysical poets in 17th century English Poetry — Helen Gardner
12. John Donne — Frank Kermode.
13. The Line of Wit — F.R.Leavis.
14. اُردو ادب میں مغربی دریچے — Nazir Siddiqi
15. تاریخ - ادب - انگریزی — Ahsin Farooqi



نوٹس

نوٹس